جہان تک یاد آتا ہے، میرے انتخاب مین خاتون مرحومہ کا دوسرا نمبر تھا، اوسوقت یہ خیال بھی نہ تھا
کہ یہ مجسمۂ علم وعفاف اسقدر جلد مٹ جائیگا، بہرحال اب اونکی زندگی کی یادگار اونکے یہی تاریخی
ہین، دارالاشاعۃ پنجاب نے انہین کا مجموعہ آئینۂ حرم کے نام سے چھاپا ہے، قیمت ۱۰؍ پتہ:
دارالاشاعۃ پنجاب، لاہور،

ذکر خواجہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح کے حالات اور اون کی موجودہ خانقاہ و درگاہ
کے احوال مین جناب مقبول احمد صاحب نظامی نے یہ چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے، اور اچھا لکھا ہے،
واقعات مستند تاریخی کتابون اور تذکرون سے جمع کیے ہین، قیمت ۸؍ پتہ: مولوی مقبول احمد
صاحب نظامی، سیوہارہ ضلع بجنور،

ترکی مین عیسائیون کی حالت، یہ رسالہ ترکی انجمن تبلیغ نے یورپ مین شائع کیا تھا، مولوی
ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اس کا اُردو ترجمہ کیا ہے، اور دارالاشاعۃ سیاسیات مشرقیہ دہلی
نے اسکو شائع کیا ہے، رسالہ مستند حوالون سے لکھا گیا ہے اور نہایت پرمعلومات ہے، آخر مین ترکی
شہرون کی قومی مردم شماری درج ہے، قیمت ۵؍، پتہ: دارالاشاعۃ سیاسیات مشرقیہ، دہلی،

خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ احمد آباد، ۳۰ دسمبر ۲۱ء از مولنا حسرت موہانی جسپر ۱۲۴ اپریل کو دفعہ ۱۲۱ الف
کے ماتحت گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا اور دو سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ قیمت ۴؍
یادگار وفا۔ انتخاب دیوان حکیم عبدالہادی خان مرحوم وفا رامپوری ۵؍ **دیوان گستاخ**، کرامت اللہ خانصاحب مرحوم گستاخ رامپوری ۸؍
دیوان میر حسن۔ صاحب مثنوی خبرو مرتبہ حسرت موہانی ۵؍ **دیوان مصحفی**۔ مرتبہ حسرت موہانی ۶؍
اشرف۔ شاگرد نسیم دہلوی 〃 ۵؍ 〃 **شیفتہ** تذکرہ شیفتہ 〃 ۸؍
جرأت۔ 〃 〃 ۵؍ 〃 **قائم** چاندپوری ۴؍
مجموعہ یعنی مثنوی ثریا سوز و اختر، اسرار محبت نواب محبت خان مثنوی طلعت الشمس شمس لکھنوی مع حالات اختر محبت شمس از حسرت موہانی ۸؍
المشتہر بیگم حسرت موہانی۔ حسرت روڈ کانپور،

بجلد دہم	ماہ صفر ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء	عدد چہارم

مضامین

اُسوۂ صحابہؓ جلد دوم

از مولنا عبدالسلام ندوی

کتاب مذکور کا دوسرا حصہ جسمین صحابۂ کرام کا نظام سیاسی اور ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہے؛
نیز حدیث، فقہ، اسرار دین، تصوف وغیرہ علوم جسقدر صحابہ کے عہد مین پیدا ہو چکے تھے انکی تفصیل ہے، ضخامت ۵۰۴ صفحات قیمت ۲؍ لکھائی چھپائی نفیس

جہان تک یاد آتا ہے، میرے انتخاب مین خاتون مرحومہ کا دوسرا نمبر تھا، اوسوقت یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ مجسمہ علم وعفاف اسقدر جلد مٹ جائیگا، بہرحال اب اونکی زندگی کی یادگار اونکے چند قطعات رہ گئے ہین، دارالاشاعۃ پنجاب نے انہین کا مجموعہ آئینۂ حرم کے نام سے چھاپا ہے، قیمت ۱۰ ر پتہ: دارالاشاعۃ پنجاب، لاہور،

ذکر خواجہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے حالات اور اون کی موجودہ خانقاہ درگاہ کے احوال مین جناب مقبول احمد صاحب نظامی نے یہ چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے، اور اچھا لکھا ہے، واقعات مستند تاریخی کتابون اور تذکرون سے جمع کیے ہین، قیمت ۸ ر پتہ: مولوی مقبول احمد صاحب نظامی، سیوہارہ ضلع بجنور،

ٹرکی مین عیسائیون کی حالت، یہ رسالہ ترکی انجمن تبلیغ نے یورپ مین شائع کیا تھا، مولوی ابوالاعلی صاحب مودودی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، اور دارالاشاعۃ سیاسیات مشرقیہ دہلی نے اسکو شائع کیا ہے، رسالہ مستند حوالون سے لکھا گیا ہے اور نہایت پرمعلومات ہے، آخر مین ترکی شہرون کی قومی مردم شماری درج ہے، قیمت ۵ ر، پتہ: دارالاشاعۃ سیاسیات مشرقیہ، دہلی،

خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ منعقدۂ احمدآباد، ۳۰-دسمبر ۲۱ء از مولانا حسرت موہانی جسپر ۲۲ اپریل کو دفعہ ۱۲۱ الف کے ماتحت گرفتار کرکے مقدمہ چلا گیا اور دو سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ قیمت ۴ر

یادگار وفا۔ انتخاب دیوان حکیم عبدالہادی خان مرحوم وفا رامپوری ۵ر **دیوان گستاخ**، کرامت اللہ خان صاحب مرحوم گستاخ رامپوری ۴ر

دیوان میر حسن، صاحب مثنوی مشہور- مرتبہ حسرت موہانی ۵ر **دیوان مصحفی** - مرتبہ حسرت موہانی

〃 **اشرف**- شاگرد نسیم دہلوی 〃 〃 ۵ر 〃 **شیفتہ** تذکرہ شیفتہ 〃 ۴ر

〃 **جرارت**- 〃 〃 ۵ر 〃 **قائم** چاندپوری 〃 ۴ر

مجموعہ یعنی مثنوی اثر یا سوز، اختر، اسرار محبت نواب محبت خان، مثنوی طلعت الشمس شمس لکھنوی مع حالات اختر محبت شمس از حسرت موہانی ۸ر

المشتہر: بیگم حسرت موہانی- حسرت روڈ کانپور،

مجلد دہم	ماہ صفر ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء	عدد چہارم

مضامین

اسوۂ صحابہؓ جلد دوم

از مولانا عبدالسلام ندوی

کتاب مذکور کا دوسرا حصہ جسمین صحابۂ کرام کا نظام سیاسی اور ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہے، تفسیر، حدیث، فقہ، اسرار دین، تصوف وغیرہ علوم جسقدر صحابہ کے عہد مین پیدا ہوچکے تھے انکی تفصیل ہے، ضخامت ۴۰۵ صفحات قیمت ۸ر

منیجر

شذرات

ماہ گذشتہ کا سب سے بڑا علمی حادثہ جناب مولٰنا رشید احمد صاحب سالم انصاری کی وفات ہے، مرحوم نے تقریباً بیس پچیس برس مسلسل ہماری زبان کی خدمت کی عربی و فارسی کے وہ لائق ادیب تھے انکا علمی شوق و ذوق فطری تھا، انکی زندگی کا اکثر حصہ مطالعہ اور کتب بینی مین صرف ہوتا تھا، قلمی کتابونکی تلاش اور جستجو مین انھون نے ہندوستان کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا تھا، آخر مین ذیحجہ [illegible] مین جب علی گڈھ مین خاکساراون سے ملنے گیا تو ان کو بستر مرض پر پایا، اور یہی انکا مرض الموت تھا، اس عالم مین بھی جتنی دیر ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا وہ علمی تذکرے کرتے رہے اور [illegible] کے ایک نایاب قلمی نسخہ کو بڑی محنت سے ترتیب دیا تھا اسکی اشاعت کا تذکرہ کرتے رہے، اردو مترجمات مین، المدنیۃ والاسلام، النصرانیۃ والاسلام، کتاب التوحید وغیرہ مفید تالیفات یادگار چھوڑی ہین، ترک موالات کے سلسلہ مین، مرحوم علی گڈھ کالج چھوڑ کر جامعہ ملیہ مین چلے آئے تھے، اور یہین سے رخصت ہوئے، خدا مغفرت ارزانی فرمائے،

ادبیات مشرقی خصوصاً فن تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حلقون مین یہ خبر یقیناً نہایت مسرت سے سنی جائیگی، کہ پروفیسر نکلسن عنقریب مولانا رومی رح کی مثنوی کا، غایت اہتمام کے ساتھ ایک اعلی اڈیشن شایع کرنے والے ہین۔ کام جس وسیع پیمانہ پر انجام پا رہا ہی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ تین جلدون مین متن مثنوی ہوگا، اور تین جلدون مین اس کا انگریزی ترجمہ۔ دو جلدین شرح مثنوی کے لئے وقف ہونگی، ایک جلد فرہنگ الفاظ، فہرست مطالب، ضمیمہ جات وغیرہ کے لئے مخصوص ہوگی، اور ایک

جلد مین مولانا کے ذاتی حالات، ان کی تعلیمات کا تذکرہ اور ان کے کلام پر تبصرہ ہوگا۔ ہر جلد کم از کم پانچ پانچ سو صفحہ کی ہوگی، اس حساب سے پورے سلسلہ کی ضخامت پانچ ہزار صفحون سے کسی حالت مین کم نہ ہوگی۔

جن اصحاب کو خود کبھی کسی معمولی اور چھوٹی کتاب کی تہذیب (اڈیٹ کرنے) کا اتفاق ہوا ہے، وہ سمجھ سکتے ہین، کہ مثنوی معنوی جیسی اہم و ضخیم کتاب کا اڈیٹ کرنا کس قدر دیدہ ریزی اور کتنی بڑی ہمت کا کام ہی، باقی "سبکساران ساحل" تو

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ھایل

کا مفہوم سمجھنے سے بھی اگر قاصر رہین، تو انھین معذور رکھنا چاہئے۔ پروفیسر نکلسن دو برس سے مسلسل اسی کام مین منہمک ہین، اور ابھی کئی سال تکمیل کار مین لگینگے، تاہم جلد اول کا مسودہ توقع ہے، کہ سال آیندہ مطبع مین پہنچ جائے۔

نکلسن کا شمار اسوقت یورپ کے مشاہیر مستشرقین مین ہی۔ زبانون مین عربی و فارسی، اور فنون مین تصوف کے ساتھ انھین خاص لگاؤ ہے۔ اس سے پیشتر کتاب اللمع (ابونصر سراج رح) اور تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطار رح) کو جملہ لوازم تہذیب کے ساتھ شائع کر چکے ہین، کشف المحجوب (شیخ علی ہجویری رح) کے مترجم ہین، مشاہیر صوفیۂ اسلام، و تصوف اسلامی کے زیر عنوان انگریزی تصانیف کے مصنف ہین، مولانا رومی رح کے دیوان غزلیات کا (جو دیوان شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے) انتخاب مع ترجمہ و تبصرہ کے شایع کر چکے ہین۔ مولانا کے کلام سے انھین خاص شغف ہی، ان کے قلم کے سایہ مین جو کتاب نکلیگی، اس کی ایک ایک سطر تشنہ کام ارباب ذوق کے لئے آب حیات کا جام ہوگی۔

ڈیلی میل کا نامہ نگار برلن سے اطلاع دیتا ہی، کہ جرمنی مین ایک جدید ٹیکس پرخوری پر قائم ہوا ہی، اس کی شکل یہ ہی کہ جو لوگ ایک مقدار معین سے زاید ماکولات و مشروبات کا مطالبہ کرینگے، ان سے دکانون، ہوٹلون، بازارون، چائے خانون، شراب خانون مین، غرض ہر مقام پر بہ حکم سرکار، عام شرح سے ڈیوڑھی بلکہ دوگنی قیمت لیا جایا کریگی، تاکہ یہ اپنا کھانا پینا کم کرین، اور نادار رعایا تک ذخیرۂ غذا کے پہنچنے مین حائل نہ ہون، ٹیکس کی معقولیت مین کسکو کلام ہو سکتا ہی، لیکن بہتر ہوتا، کہ جوع البقر کے بجائے جوع الارض کو قابل مواخذہ و موجب تعزیر قرار دیا جاتا۔ جرمنی کو تو اس مرض کا شاید ایک ہی مرتبہ شدید دورہ پڑا تھا، لیکن بعض معاصر اقوام کا یہ مرض، سنا ہی کہ مزمن ہو چکا ہے۔

پرخوری و خوش خوری یورپ کو ہمیشہ عزیز رہی ہے، نماز پنجگانہ کی طرح طعام پنج وقتہ اس کی شریعت تمدن مین مخصوص ہو چکا ہی، ڈاکٹرون نے بھوکے رہنے کے نقصانات اور پوری غذا کھانے کے فوائد پر اپنی تحقیقات عالیہ کا ایک ضخیم دفتر تیار کر دیا ہی، اس کے ایک نامور فلسفی (ہربرٹ اسپنسر) نے صاف کہدیا ہی، کہ بچون کے حق مین اگر کم خوری و پرخوری کے درمیان حق انتخاب دیا جائے، تو آخر الذکر یقیناً قابل ترجیح ہے، ایسی فضا مین تقلیل غذا کی آواز جس قدر بھی نامانوس سمجھی جائے، بجا ہے، لیکن اس عالم کے علاوہ ایک دوسرا عالم بھی ہے، جہان دن بھر بھوکا پیاسا رہنا سال مین ایک مہینہ کیلئے فرض رکھا گیا ہے، اور جہان روزہ کو گناہون سے بچنے اور دل مین ایمان و تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہی (لعلکم تتقون)۔ اس مملکت کے سب سے بڑے سربرآرا کا معمول تھا کہ رمضان کے علاوہ بھی بکثرت روزہ رکھتے، بلکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ متصل کئی کئی دن تک افطار نہ فرماتے، اور اس کے بعض رفقا و خدام ایسے ہوئے ہین جنہون نے ساری عمر روزہ رکھکر کاٹ دی۔ سچ کہا ہے اسی نامور آقا کے ایک نامور خادم نے، فضائل گرسنگی مین ؎

ہیچ جوع از رنجہا پاکیزہ تر ؛ خاصہ در جوع ست صد نفع و ہنر

جوع خود سلطان داروہاست ہین ؛ جوع در جان نہ چنین خوارش مبین

جوع مر خاصان حق را دادہ اند ؛ تا شوند از جوع شیر زورمند

جوع ہر جلف گدا را کے دہند ؛ چون علف کم نیست پیش او نہند

برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی، انگریز مسیحیون کی ایک مشہور تبلیغی انجمن ہے، جس کے کارکن پرجوش مبلغین مسیحیت ہین۔ اس کی آخری سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوا، کہ سوسائٹی کی شاخین بیت المقدس اور قسطنطنیہ مین، دوران جنگ مین بھی کھلی رہین، اور تبلیغ و اشاعت کا کام بدستور کرتی رہین۔ یہ طرز عمل اس حکومت ٹرکی کا تھا جس کے ظلم، تعصب، ناروا داری، و تنگ خیالی کی حکایات یورپ مین گھر گھر پھیلی ہوئی ہین، اور مورخین انگلستان کے طفیل مین، ہندوستان مین بھی ایک بڑی حد تک پھیل چکی ہین۔ اس کے مقابلہ مین متمدن مسیحی اقوام باہم دگر جس فیضی، رواداری، و کشادہ دلی کا برتاؤ کرتی ہین، اس کا کچھ چشم دید تجربہ تو ہندوستان کو بھی ہو چکا ہے۔ یاد ہوگا، کہ آج سے چند سال قبل ہندوستان مین جرمنون کی متعدد مشنری سوسائیٹیان قائم تھین، آغاز جنگ ہوتے ہی انہین کی ہم مذہب ہم تمدن، حریت دوست و جمہوریت نواز، حکومت برطانیہ نے پہلا کام یہ کیا، کہ ان تبلیغی انجمنون کو منزل فنا تک پہنچایا، اور ان کے کارکنون مین سے ایک ایک کو اسیر کر کے کسی کو خارج البلد کیا، اور کسی کو قید فرنگ مین ڈال دیا۔ جس قوم کا اپنون کے ساتھ یہ برتاؤ ہو، بیگانون کو اس سے جس قسم کی توقعات رکھنا چاہیے، اسکا اظہار لاحاصل ہے۔ ع

جسکی بہار یہ ہے، پھر اس کی خزان نہ پوچھ!

کہا جاتا ہے، کہ دنیا کشت و خون کے مناظر سے تنگ آگئی ہے، اور عقلائے فرنگ اس کوشش میں لگے ہوئے ہین، کہ ہمیشہ کے لئے جنگ کا سدباب کردین۔ چنانچہ مجلس اقوام کا زبردست نظام مع اپنے غیر محدود مصارف اور لاتعداد عملہ کے اسی غرض سے قائم ہے، بیشمار مضامین ورسایل ضرورت صلح و فواید آشتی پر شایع ہوچکے ہین، اور بے حساب تقریرین تدابیر امن عالم پر ارشاد ہوچکی ہین۔ یہ سب کچھ "قال" تھا۔ "حال" جو کچھ ہے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے، کہ دنیا کی تمام "دول عظمی" غایت عجلت و بے صبری کے ساتھ اپنی بحری طاقتون کی ترقی و اضافہ کی فکر مین منہمک ہین، چنانچہ موجودہ جہازون کے وزن کی تعداد، بہ مقابلہ قبل جنگ کے، بہ قدر ۰۰۰و۲۸۰و۴ ٹن کے زاید ہے، اس سے بڑی بحری طاقت اب تک برطانیہ ہی کے پاس چلی آتی ہے، جو ۰۰۰و۵۲۰و۱۹ ٹن کے وزن کے جہازات کی مالک ہے، اس کے بعد امریکہ ہے، جس کے جہازات کا مجموعی وزن ۰۰۰و۵۰۶و۱۲ ٹن ہے۔ اس سے اتر کر جاپان ہے۔ صرف ایک سال کے اندر ہر حکومت نے اپنی بحری طاقت مین جس قدر اضافہ کیا ہے، اسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

جرمنی	۱۱۳۰۰۰ ٹن	فرانس	۲۳۹۰۰۰ ٹن
ہالینڈ	۴۰۹۰۰ "	جاپان	۲۳۲۰۰۰ "
برطانیہ	۲۵۸۰۰۰ "	اٹلی	۲۳۱۰۰۰ "

تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس اُدھر بھی ایک جماعت تھی، جس کی زبان پر صلح و سازگاری، صدق خلوص، سکون و امن کے دعوی رہتے تھے۔ مگر قلب نفاق و شقاق، کذب و ریا، فتنہ و فساد کے جذبات سے پیچ و تاب کہا رہتا تھا۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون و لٰکن لا یشعرون (بقرہ ۲) اس جماعت کا جو انجام ہوا، دیدۂ بصیرت کو عبرت کے لئے کافی ہے۔

مرکز علوم و فنون، و مرجع تہذیب و اخلاق، انگلستان مین ناجائز ولادتون کی کثرت تعداد اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ پارلیمنٹ کے سامنے مسٹر شارٹ (ہوم سکریٹری) کو ایک مسودہ قانون اس مضمون کا پیش کرنا پڑا ہے کہ

"ناجائز اولاد کے والدین اگر بعد ولادت آپس مین شادی کرلین تو وہ اولاد قانوناً جائز اولاد کے حکم مین رکھہ دی جائیگی"

تاکہ ترکہ، وراثت، وغیرہ کے مخمصون سے کسی طرح امن حاصل ہو، نیز یہ کہ

"اس قانون کے نفاذ سے قبل جو ناجائز اولادین ہوچکی ہین، ان کے والدین بھی اگر چاہین تو اس قانون سے اب نکاح کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہین"

یہ وہی انگلستان ہے، جس کے مشاہیر ارباب قلم نے سلاطین اسلام، اکابر اسلام، بلکہ خود شارع اسلام صلعم کی ذات مبارک تک کو (نعوذ باللہ) شہوت پرستی کے الزام سے بری نہین رکھا تھا، کیا اس کی برقی روشنی کی جگمگاہٹ محض اس غرض سے تھی، کہ دیکھنے والون کی آنکھین خیرہ ہوتی رہین، اور اس کی سیہ کاریون پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے؟ کل تک "مشرقی حرم" سے متعلق افسانہ نگاری و داستان طرازی کا حق حریفون نے ادا کیا، آج "مغربی حرم" کی رسوائیون کا پردہ، واقعیت کا زبردست ہاتھ، خود گھر والون کے ہاتھ سے چاک کر رہا ہے،

تیری رسوائی کے خون شہدا در پے ہی دامن یار خدا ڈہانپ لے پردہ تیرا

یہ دین کا نمونہ تھا۔ اب دنیا کا رنگ ملاحظہ ہو۔ مرض سرطان جیسا موذی و مہلک مرض ہے، سب پر روشن ہے، انگلستان مین ہر سال ۴۰ ہزار نفوس سے زاید اس کے شکار ہوتے ہین، اور امریکہ مین ۸۰ ہزار سے بھی اوپر۔ سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۱۲ء تک پانچ برس کی مدت مین، دنیا کے مختلف حصون مین اس کے کشتون کا بہ لحاظ آبادی جو اوسط پڑا، اس کے اعداد حسب ذیل ہین:۔

براعظم	تعداد اموات	اوسط فی لاکھ آبادی	براعظم	تعداد اموات	اوسط فی لاکھ آبادی
۱۔ افریقہ	۳۰۱۸	۳۳ر۰	۲۔ ایشیا	۱۳۸۴۷۷	۵۴ر۴
۳۔ امریکہ	۲۵۱۴۳۸	۶۵ر۷۰	۴۔ اسٹریلیا (مع جزائر بحر)	۲۰۳۴۵	۷۳ر۱۰

۵	یورپ	۱۰۹۶۷۱۶	۱۶۷۶

یہ اعداد کسی مخالف کے جمع کئے ہوئے نہین، بلکہ سر ولیم ونیو نے جو انگلستان مین اس مرض کے مشہور ماہر تسلیم کئے جاتے ہین، انھون نے پوری تحقیق کے بعد انھین ٹائمس مین شایع کرایا ہی، اس لئے ان مین شک و اشتباہ کی گنجائش نہین۔

اعداد بالا مین دیکھا ہوگا، کہ جو بر اعظم مرتبۂ تمدن مین سب سے پست ہی، اس مین تعداد اموات بھی سب سے قلیل ہی، اور جس بر اعظم کی سطح تمدن جتنی زیادہ بلند ہی، اسی تناسب سے اس مین تعداد اموات بھی زائد ہی، یہانتک کہ فلک تمدن، یورپ، مین یہ تعداد، سائنس اور ڈاکٹری کی انتہائی ترقیون کے باوجود، سب سے بڑھی ہوئی ہے، ایسی حالت مین اگر سر ولیم کا ذہن اس مہلک مرض اور تمدن کے علاقۂ تلازم کی جانب منتقل ہو تو بالکل بجا ہوگا، لیکن تنہا یہی ایک دلیل نہین، بلکہ اعداد کی زبان اسکی بھی شہادت بہم پہنچاتی ہی، کہ امریکہ کے جو مقامات نفاست و تہذیب مین سب سے ممتاز ہین، وہان تعداد اموات کا اوسط ۶ر۸۳ فی لاکھ تک ہے، اور جو شہر ابھی تمدن کی ابتدائی منازل مین ہین، وہان یہ اوسط گھٹ کر ۴ر۳۸ فی لاکھ تک رہ جاتا ہی، اس سے بھی واضح تر مثال جاپان کی ہی، چند سال ادھر جاپان مین اس مرض کا نام تک نہ تھا، لیکن جس تیزی کے ساتھ جاپان نے تہذیب و تمدن کے اختیار کرنے مین اپنی مستعدی کا ثبوت دیا ہے، اسی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ یہ مرض بھی ترقی کرتا رہا ہے، تا آنکہ اب یہان بھی، انگلستان کی طرح، شرح اموات ۹۲ بلکہ ۹۴ فی لاکھ تک پہنچ گئی ہے! ان حالات و اعداد کی بنا پر، اگر ذہن تمدن و ہلاکت کے درمیان علت و معلول کا علاقہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے، تو اس کی ذمہ داری خود منطقیین یورپ ہی کے مرتب کردہ قوانین استقرا پر آتی ہے۔

مشرق کو مشغول رکھنے کے لئے تو حسن عاقبت کی فکر کافی ہے، البتہ جو لوگ حسن عافیت کی تلاش مین سرگردان رہتے ہین، کاش انھین ان حقائق پر غور کرنے کی توفیق نصیب ہو!

مقالات

تاریخ تصوف کے چند اوراق

از جناب مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

متاخرین صوفیہ کے حالات و مقالات سے ملک بڑی حد تک روشناس ہے، لیکن متقدمین کے بیشتر احوال و اقوال ابتک پردۂ خفا مین ہین، اسکا باعث یہ ہے، کہ قدما کی تصانیف کا بڑا ذخیرہ اس وقت تک نایاب ہو چکا ہے، اور چند کتابین جو باقی ہین، وہ مخصوص کتبخانون کی ان الماریون مین محفوظ ہین، جو عام شائقین کے دسترس سے باہر ہین۔ فضلا یورپ کی کوششین اس باب مین موجب صد تشکر و تحسین ہین، کہ وہ ان جواہرات کو تودۂ گمنامی و بے نشانی کے اندر سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالتے اور حسن ترتیب و تہذیب کے جملہ لوازم (اضافۂ فہرست، فرہنگ، مقدمہ، اختلافات نسخ و التزام صحت و حسن طباعت وغیرہ) سے آراستہ کر کے انھین دنیا کی مشتاق نگاہون کے سامنے پیش کرتی رہتی ہین، مصر، شام، اور خود ہندوستان بھی اس فرض سے یکسر غافل نہین، تاہم جس عظیم الشان پیمانہ پر، اور جس اعلیٰ اہتمام کے ساتھ یورپ یہ خدمت انجام دے رہا ہے، اس سے یہان کے کام کو کوئی نسبت نہین۔ اس وسیع ذخیرے کے چند ورق اگر کبھی کبھی اردو مین منتقل ہوتے رہین، تو ممکن ہے کہ ہماری ملکی زبان مین تاریخ تصوف کے آیندہ مؤلف کو فراہمی مواد و تلاش ماخذ مین کسی قدر سہولت ہو، ضمناً یہ بھی نظر آ جائیگا کہ قدما صوفیہ کا جادۂ سلوک و معرفت، شریعت اسلام و سنت نبویؐ کے قدم بہ قدم تھا، اور

رفتہ رفتہ جن بدعات کو شعائر تصوف سمجھ لیا گیا ہی، ان سے قدیم اکابر طریقت کا دامن بالکل پاک تھا۔

اس سلسلہ کی پہلی قسط مین ناظرین سے کتاب اللمع کو روشناس کرایا جاتا ہے، جو عربی زبان مین تصوف کے موجود و معلوم، مستند ذخیرہ مین شاید سب سے قدیم کتاب ہے، مصنف کا نام شیخ ابو نصر سراج ہے، جنکا سال وفات اغلباً ۳۷۸ھ ہی، یہ علم نہین، کہ وفات کے کتنے سال قبل یہ کتاب تحریر کی، تصنیف کے حالات دریافت کرنے سے قبل مصنف کی شخصیت سے نیاز حاصل کر لینا بہتر ہوگا۔

(۱) مصنف۔

پورا نام، عبد اللہ بن علی بن محمد بن یحیٰ ابو نصر سراج تھا۔ وطن طوس تھا۔ مرقد بھی یہین ہے[1] لقب طاؤس الفقراء تھا۔[2] آبا و اجداد زہد مین شہرت رکھتے تھے، خود سراج علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔

ذہبی، اپنی تاریخ الاسلام مین علامہ ابو عبد الرحمٰن سلمی کی تاریخ الصوفیہ کی سند سے لکھتے ہین:۔

قال السلمی کان ابو نصر من اولاد الزهاد و کان المنظور الیه فی ناحیته فی الفتوة ولسان القوم مع الاستظهار بعلم الشریعة[3]

ان کے اساتذہ مین جعفر الخلدی، ابو بکر محمد بن داؤد الدقی، و احمد بن محمد سالمی، کے نام قابل ذکر ہین۔ بیعت ابو محمد مرتعش سے تھی[4]۔ مولانا جامی وغیرہ متعدد تذکرہ نویسون نے سری سقطی و سہل تستری سے ملاقات کا ہونا بیان کیا ہے، لیکن پروفیسر نکلسن کی تحقیق مین یہ روایت قطعاً غلط ہے[5]۔ تصوف پر متعدد کتابین تصنیف کین[6]، لیکن آج بجز کتاب اللمع کے اور کوئی موجود نہین، بلکہ ان کے نام تک بھی مٹ گئے ہین۔

تصوف مین جو بلند مرتبہ رکھتے تھے، اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جیسے مسلم استاد صوفیہ، انکا تذکرہ ان الفاظ مین کرتے ہین[1]:۔

"آن عالم عارف، آن حاکم خائف، آن امین زمرۂ کبرا، آن نگین حلقۂ فقرا، آن زبدۂ اشباح، شیخ وقت ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، امامے برحق بود و یگانۂ مطلق و متعین و متمکن، و او را طاؤس الفقراء گفتندے، وصفت نعت او نہ چندان ست کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد۔ و در فنون علم کامل بود، و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت و در حال و قال و شرح دادن بکلمات مشائخ آیتے بود"،

اسی قسم کے الفاظ مختصراً مولانا جامی وغیرہ نے بھی استعمال کئے ہین۔

ان کے چند ارشادات جو تذکرون مین محفوظ رہ گئے ہین، ان سے بھی اہل ذوق ان کے تبحر و کمال کا اندازہ کر سکتے ہین۔

فرماتے تھے عشق اس آگ کا نام ہی، جو عاشقون کے دل و سینہ مین جلتی رہتی ہے، اور خدا کے سوا جو کچھ ہے، اسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہے[2]۔

یہ بھی ارشاد تھا کہ بہ لحاظ ادب انسانون کے تین طبقے ہین۔ ایک طبقہ اہل دنیا کا ہے، کہ ان کے نزدیک ادب نام ہے فصاحت، بلاغت، و حفظ علوم و فنون و اسماء، ملوک و اشعار عرب کا۔ دوسرا طبقہ اہل دین کا ہے، جس کے نزدیک ادب سے مراد عبادات جوارح و حفظ حدود و ترک شہوات و ریاضت نفس ہے۔ تیسرا طبقہ اہل خصوص کا ہے، اس کے ہان ادب سے مفہوم طہارت دل، مراعات سر و وفا بعہد نگہداری وقت، نیکو کرداری، و وقت حضور، و مقام قرب ہی[3]۔

ایک تیسرے، الفاظ کی نزاکت اردو ترجمہ کی متحمل نہ ہوسکیگی، اسے اصل فارسی مین سننا چاہئے:

---

[1] نفحات الانس، جامی، ص ۳۱۹ ۔ (مطبوعہ کلکتہ) [2] ایضاً۔ [3] یہ پوری عبارت پروفیسر نکلسن کے مقدمۂ کتاب اللمع سے منقول ہی۔ [4] نفحات، جامی۔ [5] نکلسن کے نزدیک یہ روایت مشتبہ ہی۔ [6] مقدمۂ کتاب اللمع۔ [6] نفحات جامی، و سفینۃ الاولیاء، دارا شکوہ (نولکشور)

[1] تذکرۃ الاولیا، عطار، جلد ۲، ص ۱۸۲ ۔ (مطبوعہ یورپ) سنہ ۱۳۲۲ [2] ایضاً، جلد ۲، ص ۱۸۳، [3] ایضاً جلد ۲، ص ۱۸۳

"نیت بخدا است و از خدا است و برائے خدا است۔ و آفاتے کہ در نماز اقتدا از نیت افتد و اگرچہ بسیار بود آن را مواز نہ توان کرد با نیتے کہ خدا را بود و بخدائے بود"[1]

ایک بار ماہ رمضان مین بغداد مین وارد ہوئے اور مسجد شونیزیہ کے ایک حجرہ مین معتکف ہوگئے تمام درویشون نے اپنا امام بنایا۔ تراویح مین پانچ بار قرآن مجید ختم کیا۔ روز شام کو خادم ایک روٹی حجرہ مین پہنچا آتا تھا، عید کے روز نماز پڑھاکر بغداد سے روانہ ہوگئے۔ خادم نے حجرہ مین جاکر دیکھا تو پوری روٹیان جون کی تون رکھی ہوئی پائین[2]۔

ایک مرتبہ سردی کے موسم مین شب کے وقت آتش دان کے قریب تشریف فرما تھے، چند اور اہل دل حضرات بھی تھے۔ معرفت الٰہی پر گفتگو ہوئی۔ دفعۃً شیخ پر زور کی کیفیت طاری ہوئی، اور جوش مین آکر دہکتی ہوئی آگ مین سجدہ مین گر پڑے۔ مرید یہ فرط جوش دیکھکر خوف زدہ ہوکر بھاگ آئے دوسرے روز آئے، تو دیکھا کہ شیخ کے چہرہ پر جلنے کا خفیف داغ تک نہین۔ بلکہ چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ عرض کیا کہ حضور والا، یہ کیا ماجرا ہے، ہم تو سمجھ رہے تھے کہ سارا چہرہ جل گیا ہوگا، ارشاد ہوا کہ جس نے درگاہ الٰہی پر اپنی آبرو دیدی، اس کے چہرہ کو آگ نہین جلا سکتی[3]۔

وفات سے قبل فرمایا، کہ جس میت کو میرے مزار کے سامنے سے لیکر نکلینگے اس کی مغفرت ہوجائیگی۔ چنانچہ طوس مین ابتک یہ دستور چلا آتا ہے، کہ ہر جنازہ کو پہلے آپ کے مزار پر ضرور لے آتے ہین[4]۔

(۲) تصنیف

اس سے آٹھ سال قبل دنیا کتاب اللمع کے صرف نام سے آشنا تھی، ۱۹۰۹ء مین انگلستان کے

۱؎ تذکرۃ الاولیاء جلد ۲، صفحہ ۱۸۳، ۲؎ ایضاً و نیز کشف المحجوب، داتا گنج بخش لاہوری، صفحہ ۴۷ (مطبوعہ لاہور) ۳؎ تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس، سفینۃ الاولیاء ۴؎ ایضاً،

نامور مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے جو کیمبرج یونیورسٹی مین عربی زبان کے پروفیسر اور کتب تصوف سے ذوق ہی نہین بلکہ شغف رکھتے ہین، اس کے دو قلمی نسخہ دریافت کیے۔ ایک نسخہ ایک انگریز مسٹر ایلز کے پاس نکلا، اور دوسرا انگلستان کے مشہور و معروف کتبخانہ برٹش میوزیم کو کہین سے ہاتھ لگ گیا۔ پہلا نسخہ، ۱۹۰ ورق کی ضخامت رکھتا ہے، اور صاف و خوشنما خط مین احمد بن محمد الظاہری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، ختم کتابت کی تاریخ۔ ربیع الثانی ۵۶۲ھ (مطابق ۲۶ جون ۱۱۶۷ء) درج ہے۔ جس نسخہ سے یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے، اسکی تاریخ اس نسخہ پر، شعبان ۵۶۶ھ (مطابق ۱۵ اپریل ۱۱۷۱ء) درج ہے، مختلف اشخاص کے حواشی بھی اس نسخہ پر موجود ہین یہ نسخہ کسی قدر کرم خوردہ ہے۔ جس سے جابجا حواشی اُڑ گئے ہین۔ البتہ ایک جگہ مسلسل دس پندرہ ورق غائب ہوگئے ہین، جن کے باعث مسلّم پانچ ابواب، اور چھٹے باب کے ابتدائی جزو سے دنیا محروم ہوگئی ہے۔ دوسرا نسخہ (مملوکہ برٹش میوزیم) بہت بدخط کرم خوردہ ناقص ہے۔ تاہم اسکا زمانہ کتابت، بہ مقابلہ نسخہ اوّل کے، زمانہ مصنف سے قریب تر ہے۔ اس پر زمانہ کتابت جمادی الثانی ۵۴۸ھ (مطابق اگست دسمبر ۱۱۵۳ء) درج ہے۔

پانچ برس کی جانفشانی و دیدہ ریزی کے بعد پروفیسر نکلسن نے ان دونون نسخون کے مقابلہ کے بعد اصل کتاب کو غایت صحت و اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۴ء مین شایع کردیا۔ اور اس پر اشیاء ذیل کا اضافہ کیا:۔

(۱) شروع مین نہایت مفصل فہرست مضامین دی۔

(۲) آخر مین نہایت مبسوط فہرست رجال، و نساء، و اماکن و قبائل، و کتب وغیرہ مندرجہ و مذکورہ متن شامل کی۔

(۳) فٹ نوٹ (حواشی ذیلی) بہت کثرت سے دئے۔ دونون نسخون مین جو اختلاف پائے جاتے ہین، ان مین ہر جزئی اختلاف کو بھی ان حواشی مین درج کردیا ہے۔

(۳) ساری کتاب کا ملخص ترجمہ انگریزی مین کرکے شامل کیا۔

(۴) مصنف نے جو غریب نامانوس الفاظ استعمال کئے ہین، ان کی مفصل فرہنگ دی ہے اور انگریزی مین ان کے معانی کو حل کیا ہے۔

(۵) فہرست مضامین انگریزی مین ہی دی ہے۔

(۶) جن اسماء و اعلام سے متعلق کوئی اہم بحث کتاب اور اس کے انگریزی خلاصہ مین موجود ہے، انکی بھی مفصل فہرست انگریزی مین شامل کی ہے۔

(۷) انگریزی مقدمہ مین مصنف تصنیف، اور موضوع تصنیف کو روشناس کیا ہے۔

(۸) اُن چالیس صوفیہ کرام کی فہرست جن سے شخصاً یا جنکی تصانیف سے شیخ سراج نے استفادہ کیا ہے، مع ضروری تصریحات کے انگریزی مین شامل کیا ہے۔

(۹) شیخ نے بہت سے ایسے صوفیہ کا تذکرہ کیا ہے، جنکا نام دوسری کتابون مین یا تو قطعاً نہین آیا ہے، یا نادر آیا ہے۔ اس قسم کے ایک سو بیس صوفیہ کرام کی فہرست مع ان کے حالات کے جہان تک ان معلوم ہو سکے، انگریزی مین درج کی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد مفید اضافہ کئے ہین۔ ان خصوصیات معنوی کے پہلو بہ پہلو نہایت اعلیٰ کاغذ اور حسن طباعت کے جملہ لوازم کے ساتھ یہ کتاب شائقین کے ہاتھون تک پہنچ رہی ہے۔ کتاب کا پورا نام کتاب اللمع فی التصوف ہے۔ ملا جامیؒ کی نفحات الانس مین اسکا املا کتاب اللمعہ درج ہے، لیکن اور ہر جگہ اسکا املا بجائے اللمعہ کے اللمع ہے۔ اور نکلسن نے بھی اسی کو قائم رکھا ہے۔

متن کتاب کی ضخامت ۴۳۶ صفحہ کی ہے۔ مقدمۂ مصنف ۴۰ صفحہ تک آیا ہے، اس کے بعد منطقی ترتیب کی پابندی کے ساتھ کتاب حسب ذیل حصون مین تقسیم ہے:۔

(۱) کتاب الاحوال والمقامات۔ اس کے تحت مین مقامات، احوال اور ان کے حقائق مین سے ہر شے پر الگ الگ ایک باب مین بحث کی گئی ہے۔ مثلاً باب مقام التوبہ، باب مقام الورع، باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبۃ، باب حال الشوق، باب حال المشاہدۃ، باب حال الیقین، وقِس علی ہذا۔

(۲) کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع لکتاب اللہ۔ اس کے تحت مین اس قسم کے ابواب ہین۔ باب الموافقۃ لکتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین خطاب اللہ تعالیٰ و درجاتھم فی قبول الخطاب، باب وصف ارباب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السابقین والمقربین والابرار فی طریق الفہم والاستنباط۔ وغیرہ۔

(۳) کتاب الاُسوۃ والاقتداء برسول اللہ صلعم، اس کے تحتانی ابواب کے عنوانات اس قبیل کے ہین:۔ باب وصف اہل الصفوۃ فی الفہم والموافقۃ والاتباع للنبی صلعم، باب ماروی عن رسول اللہ صلعم فی اخلاقہ وافعالہ واحوالہ التی اختارہا اللہ تعالیٰ لہ، باب ماذکر عن المشائخ فی اتباعھم رسول اللہ صلعم وتخصیصھم فی ذالک۔

(۴) کتاب المستنبطات۔ اتباع قرآن وحدیث کے بعد ترتیباً انھین احکام وشعائر کا ذکر آنا چاہئے، جو ان پر متفرع اور ان سے مستنبط ہوتے ہین چنانچہ عین اسی فطری ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر یہ حصہ ملتا ہے۔ اس کے ذیل مین اس قسم کے مباحث مندرج ہین، باب مذہب اہل الصفوۃ فی المستنبطات الصحیحۃ فی فہم القرآن والحدیث، باب فی کیفیۃ الاختلاف فی مستنبطات اہل الحقیقۃ فی معنی علومھم واحوالھم، باب فی مستنبطاتھم فی معانی اخبار مرویۃ عن رسول اللہ صلعم من طریق الاستنباط والفہم۔ وغیرہ۔

(۵) کتاب الصحابہ رضوان اللہ عنھم۔ صوفیہ کرام اتباع سنت نبوی کے بعد آثار صحابہ کی

پیروی اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہین، اس لئے قدرۃً ایک مستقل حصہ انکی نذر ہی، اس کے ذیلی ابواب ہین خلفاء اربعہ پر، اصحاب صفہ پر، اور عام اصحاب نبوی، پر الگ الگ عنوان کے تحت مین گفتگو کی ہی

(۶) کتاب آداب المتصوفہ۔ اس کے تحتانی ابواب کے چند عنوانات یہ ہین :- باب آدابہم فی الوضوء والطہارات، باب فی ذکر آدابہم فی الصلوٰۃ، باب ذکر آدابہم فی الزکوٰۃ والصدقات، باب فی ذکر آدابہم فی الصوم وآدابہم فیہ، باب ذکر آدابہم فی الحج، باب فی ذکر آداب الفقراء بعضہم مع بعض، باب ذکر آدابہم فی الصحبۃ، باب ذکر آدابہم عند مجاراۃ العلم، باب ما ذکر من آدابہم فی وقت الطعام، باب فی ذکر آدابہم فی وقت السماع والوجود، باب فی ذکر آدابہم فی اللباس، باب فی ذکر آدابہم عند الموت،

(۷) کتاب المسائل واختلاف اقاویلہم فی الاجوبۃ۔ اس حصہ مین صوفیہ کرام کی زبان سے ان سوالات کے جوابات دئے ہین، جنکا حل کرنا فقہاء و علماء ظاہر کے لئے دشوار ہے۔ مثلاً مسئلہ جمع و تفرقہ، مسئلہ فنا و بقا، مسئلہ صدق، مسئلہ اخلاص، مسئلہ ذکر، مسئلہ روح، وغیرہ۔ اس حصہ کو مختلف ابواب مین تقسیم نہین کیا ہے۔

(۸) کتاب المکاتبات والصدور والاشعار والدعوات والرسایل۔ اس حصہ مین، جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے، حضرات صوفیہ کے مکتوبات، رسائل، اشعار، دعوات، و وصایا کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کو ایک علٰحدہ باب مین لکھا ہے۔

(۹) کتاب السماع۔ صوفیہ و علماء ظاہر کے درمیان ایک اہم اختلافی موضوع، مسئلہ سماع ہی۔ یہ حصہ اسی مسئلہ کی توضیح و تشریح کے لئے وقف ہی، اس کے ماتحت چند ابواب کے عنوانات یہ ہین: باب فی حسن الصوت والسماع وتفاوت المستمعین، باب فی وصف سماع العامۃ واباحۃ ذلک، باب فی وصف سماع الخاصۃ وتفاضلہم فی ذلک، باب فی ذکر طبقات المستمعین، باب فی وصف سماع المریدین والمبتدئین، باب فی وصف خصوص الخصوص واہل الکمال فی السماع،

(۱۰) کتاب الوجد۔ اس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب تحتانی کے ان عنوانات سے ہوگا:- باب فی ذکر اختلافہم فی ماہیۃ الوجد، باب فی صفات الواجدین، باب فی ذکر تواجد المشایخ الصادقین، باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک و قیس مثل ہذا۔

(۱۱) کتاب اثبات الآیات والکرامات۔ کرامات اولیاء کا مفہوم صحیح، ان کے اثبات کے دلائل معجزات انبیا سے انکا فرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، جو اس حصہ مین آگئے ہین۔ عنوانات ابواب کا نمونہ یہ ہے :- باب فی معانی الآیات والکرامات، باب فی الادلۃ علی اثبات الکرامات للاولیاء، باب فی ذکر مقامات اہل الخصوص فی الکرامات،

(۱۲) کتاب البیان عن المشکلات۔ اس حصہ مین کل دو باب ہین۔ پہلے باب مین ان الفاظ کو جمع کر دیا ہے، جو صوفیہ کی زبان مین مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہین، مثلاً حال، مقام، مکان، وقت، مشاہدہ، سیر، کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید، وغیرہ اور باب دوم مین ان اصطلاحات کی تشریح کی ہے۔

(۱۳) کتاب تفسیر الشطحیات والکلمات التی ظاہرہا مستشنع وباطنہا صحیح مستقیم۔ یہ کتاب کا آخری حصہ ہے، جو اور پوری تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اس مین شطحیات صوفیہ کی توجیہ و توضیح ہے، نیز ان غلط فہمیون کی اصلاح جن مین سے اکثر علماء ظاہر و صوفیہ ناقص مبتلا رہتے ہین۔ چند ابواب کے عنوانات یہ ہین :- باب فی معنی الشطح، باب تفسیر العلوم وبیان ما یشکل علی فہم العلماء من علوم الخاصۃ وتصحیح ذلک بالحجۃ، باب فی کلمات شطحیات تحکی عن ابی یزید، باب فی ذکر ابی الحسین النوری، باب فی ذکر من غلط من المترسمین بالتصوف، ومن این یقع الغلط وکیف وجوہ ذلک۔ باب فی ذکر من غلط فی الاحوال۔ باب فی ذکر من غلط فی النبوۃ والولایت باب فی ذکر من غلط فی فناء البشریۃ، باب ذکر من غلط فی الانوار، باب فی ذکر من غلط فی الروح

ان عنوانات پر نظر کرنے سے معلوم ہوا ہوگا، کہ تصوف سے متعلق جتنے ضروری پہلو نکل سکتے ہیں مصنف نے ان میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا ہے، ہر ضروری شعبہ کو لیا ہے۔ اور اس پر تفصیل و تحقیق کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ حضرت مصنف کی زبان میں بھی خاص سلاست و سادگی ہے، اس لئے جو اشخاص عربی زبان سے (راقم سطور کی طرح) بہت ہی سرسری واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں کتاب کے مختلف مقامات سے چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں، جن سے نوعیت و مرتبہ تصنیف کا پورا اندازہ ہو سکیگا۔

ایک غیر صوفی کے دل میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ خود تصوف کیا شے ہے؟ اور آیا اسلام نے صوفیہ کو کوئی مرتبہ دیا ہے یا نہیں؟ حضرت مصنف اس کے جواب میں کہتے ہیں، کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ آل عمران، آیت ۹۸)

ثم ذکر الله تعالیٰ افضل المؤمنین عندہ درجة علاهم فی الدین رتبة فذکرهم بملائکته وشهد علی شهادتهم له بالوحدانية بعد ما بدأ بنفسه وثنّی بملائکته فقال عز وجل شهد الله انه لا اله الا هو والملائکة واولو العلم قائماً بالقسط وروی عن النبی صلعم انه قال العلماء ورثة الانبياء وعندی ان اولی العلم القائمين بالقسط الذين هم ورثة الانبياء هم المعتصمون بكتاب الله تعالیٰ المجتهدون فی متابعة رسول الله صلعم المقتدون بالصحابة والتابعين السالكون

میں تمام مومنین سے بلند مرتبہ ان کا رکھا ہے، جو اولو العلم قائماً بالقسط" ہیں، اور حضور سرور کائنات صلعم نے بھی علماء کو جانشین انبیاء ارشاد فرمایا ہے، سو یہ القاب ان لوگوں کے حق میں وارد ہیں۔ جو کتاب اللہ کا سررشتہ مضبوط تھامنے والے اور رسول کریم کی متابعت کے پورے کوشاں اور صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، ان اشخاص کو طبقات سہ گانہ میں رکھا جا سکتا ہے، ایک طبقہ ارباب حدیث کا ہے، دوسرا طبقہ فقہاء کا، اور تیسرا طبقہ

سبیل اولیا ئه المتبعین وعبادہ الصالحین هم ثلثة اصناف، اصحاب الحدیث والفقهاء والصوفية فهؤلاء الثلثة الاصناف من اولی العلم القائمين بالقسط هم ورثة الانبياء۔ (ص۵)

صوفیہ کرام کا ہے۔

بہت سے امور صوفیہ اور اصحاب حدیث و فقہاء کے درمیان مشترک ہیں، مثلاً جو معتقدات ان کے ہیں وہی ان کے بھی ہیں۔ اتباع کتاب اللہ و سنت نبوی وہ اور یہ دونوں اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں، علوم و فنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہیں، یہ بھی لیتے ہیں۔

ثم انهم من بعد ذلك ارتقوا الی درجات عالیه و تعلقوا باحوال شریفه ومنازل رفیعة من انواع العبادات وحقایق الطاعات والاخلاق الجمیلة ولهم فی معانی ذلك تخصیص لیس لغیرهم من العلماء ...

[illegible]

لیکن اس اشتراک کے بعد صوفیہ جن درجات عالیہ و منازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہیں، وہاں تک علماء، فقہاء، و اصحاب حدیث کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔ (ص۱۱)

صوفیہ کے یہ امتیازی خصوصیات جن میں دوسرے طبقات اُن کے ساتھ شریک نہیں حسب ذیل ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ

فاول شئ من التخصیصات للصوفیة .... ترك ما لا یعنیهم وقطع كل علاقة تحول بینهم وبین مطلوبهم ومقصودهم اذ لیس لهم مطلوب ولا مقصود غیر الله تعالیٰ،

صوفیہ صرف خدا پر نظر رکھتے ہیں۔ انکا مقصود و مطلوب تمامتر خدا ہی ہوتا ہے۔ ماسوا سے اور لایعنی مشاغل سے انھیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

اس کا لازمی اثر ان کی زندگی پر یہ پڑتا ہے، کہ

فمن ذلك القناعة بقلیل الدنیا عن كثیرها و الاكتفاء بالقوت الذی لا بد منه والاختصار

وہ قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہیں، غذا، لباس اور

علی ما لابد منہ من مھنۃ الدنیا
من الملبوس والمفروش والماکول
وغیر ذلک واختیار الفقر علی الغنا
ومعانقۃ القلۃ ومجانبۃ الکثرۃ
وایثار الجوع علی الشبع والقلیل
علی الکثیر وترک العلو والترفع وبذل
الجاہ والشفقۃ علی الخلق التواضع
للصغیر والکبیر (صـ۱۱)
وحسن الظن باللہ والاخلاص
فی المسابقۃ الی الطاعات وا
المسارعۃ الی جمیع الخیرات التوجہ
الی اللہ تعالی والانقطاع الیہ
والعکوف علی بلائیہ والرضا عن قضائہ
والصبر علی دوام المجاھدۃ ومخالفۃ الھوی
ومجانبۃ حظوظ النفس والمخالفۃ لھا اذ
وصفھا اللہ تعالی امارۃ بالسوء والنظر
الیھا بانھا اعدی عدوک التی بین جنبیک
کما روی عن رسول اللہ صلعم۔
(صـ۱۱ و ۱۲)

ہر قسم کے سامان دنیوی سے صرف ما یحتاج
کو اختیار کرتے ہین، اور بجائے تونگری کے
تنگدستی، بجائے سیری کے گرسنگی بجائے
افراط کے قلت، بجائے جاہ و ترفع کے ہر
چھوٹے بڑے کے مقابلہ مین، اپنے لئے پسند
کرتے ہین۔
خدا سے حسن ظن رکھتے ہین، تمام علائق
و اسباب سے قطع نظر کر کے صرف اسی پر تکیہ رکھتے
ہین۔ نیکیون اور طاعتون کی جانب
خلوص نیت کے ساتھ پیشقدمی و تیزروی
کرتے رہتے ہین۔ بلائے الٰہی پر صابر اور
قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہین، ہمیشہ
مجاہدہ اور مخالفت خواہش نفس مین مشغول
رہتے ہین، اور اس کو یاد رکھتے ہین،
کہ کلام پاک مین نفس کو امارہ بالسوء
سے تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی مین
ارشاد ہوا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا
دشمن وہ ہے، جو اس کے دونون
پہلوؤن کے درمیان ہے۔

منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہی کہ قرآن شریف و حدیث مین کہین صوفیہ کا ذکر آیا ہے
نہ تصوف کا، اس لئے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہین ہو سکتا حضرت مصنف کہتے ہین، کہ قرآن
مجید مین بہ کثرت ایسے الفاظ و عبارات موجود ہین جن سے اہل تصوف ہی مراد ہین مثلاً صادقین، صادقات
قانتین، قانتات، خاشعین، موقنین مخلصین محسنین، خائفین، وجلین، عابدین، صابرین، راضین
متوکلین مخبتین، اولیاء مصطفین مجتبین، ابرار، مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات،
نیز شاہدین (مثلاً او القی السمع وھو شھید) ومطمئنین (مثلاً الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب) اسی طرح متعدد احادیث مین بھی اسی طائفۂ عالیہ کی جانب اشارات ہین، مثلاً یہ حدیث کہ

ان من امتی مکلمین ومحدثین وان عمر منھم

یا یہ کہ

یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعۃ ومضر یقال لہ اویس القرنی

یا پھر یہ کہ

یدخل من امتی الجنۃ سبعون الفاً بلا حساب قیل من ھم یا رسول اللہ
قال ھم الذین لا یکتوون ولا یسترقون وعلی ربھم یتوکلون (صـ۱۶)

معترضین کا ایک گروہ کہتا ہی، کہ عہد رسالت پناہ مین کوئی شخص صوفی کے لقب سے یاد نہین
کیا جاتا تھا، اور یہ اصطلاح بہت بعد کو ایجاد ہوئی ہے، اس لئے اسے کوئی مذہبی وقعت نہین
دی جا سکتی۔

مصنف نے اسکا نہایت معقول و دلچسپ جواب یہ دیا ہی، کہ

فنقول وباللہ التوفیق الصحبۃ مع
رسول اللہ صلعم لھا حرمۃ وتخصیص

اصحاب رسول کے لئے کوئی دوسرا تعظیمی
لفظ مستعمل ہو ہی نہین سکتا تھا، اس لئے

من شملہ ذلک فلایحیاذان یعلق علیہ
اسم علی انہ اشرف من الصحبۃ وذلک لشرف
رسول اللہ صلعم وحرمتہ۔ الاتری
انھم ایمۃ الزھاد والعباد والمتوکلین
والفقراء والراضین والصابرین
والمحبتین وغیرذالک وماقالوا جمیع
ماقالوا الابرکۃ الصحبۃ مع رسول اللہ
صلعم فلما نسبوا الی الصحبۃ التی ھی اجل
الاحوال استحال ان یفضلوا الفضلۃ
غیرالصحبۃ التی ھی اجل الاحوال (ص۳۲)

کہ ان کے جتنے بھی فضائل تھے، سب سے اشرف
واعظم ان کی فضیلت صحابیت تھی، انکا
زہد، فقر، توکل، عبادت، صبر، رضا جو
کچھ بھی ان کے فضائل تھے، ان سب پر
انکا شرف صحابیت غالب تھا، پس جب
کسی شخص کو لفظ صحابی سے ملقب کردیا
گیا، تو اس کے فضائل کی انتہا ہوگئی،
اور اس کا کوئی محل ہی نہین باقی رہا،
کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے تعظیمی لفظ
سے یاد کیا جائے۔

باقی رہا یہ کہنا، کہ یہ اصطلاح بغدادیون کی رائج کردہ، اور متاخرین کی اختراع ہے، سو اسکا
جواب یہ ہے، کہ یہ قول بالکل غلط ہے، اس لئے کہ

واما قول القایل انہ اسم محدث
احدثہ البغدادیون فمحال لان
فی وقت الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ
کان یعرف ھذا الاسم و کان الحسن
قد ادرک جماعۃ من اصحاب
رسول اللہ صلعم الخ
… … … …

یہ لفظ حضرت حسن بصریؒ کے زمانہ مین
رائج تھا، درآنحالیکہ حسن بصریؒ کا زمانہ
بعض صحابیون کی معاصرت کا تھا، چنانچہ
ان کے اور سفیان ثوریؒ کے اقوال
مین یہ لفظ صوفی مستعمل ہوا ہی، بلکہ کتاب
اخبار مکہ کی ایک روایت کے مطابق یہ
لفظ عہد اسلام سے پیشتر بھی رائج تھا۔ (ص۲۲)

جو لوگ شریعت و طریقت مین نسبت تضاد قرار دیتے ہین، انہین یہ سنکر حیرت ہوگی۔ کہ قدمار
صوفیہ کے نزدیک طریقت، شریعت ہی کی تکمیل کا نام تھا، حضرت مؤلف فرماتے ہین، کہ علم کی دو قسمین ہین،
ظاہری و باطنی جب تک اُس کا تعلق زبان و اعضا سے ہی، اسے علم ظاہری سے تعبیر کرینگے، اور اسی کا
نام علم شریعت ہی مثلاً عبادات مین طہارت، نماز، زکوۃ، حج وغیرہ، یا احکام مین طلاق، فرائض، قصاص وغیرہ
جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہوجاتا ہی، تو اسی کو علم باطن و طریقت سے موسوم کرنے لگتے
ہین۔ اور یہان عبادات و احکام کی بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحین رائج ہین۔ مثلاً تصدیق، ایمان،
اخلاص، صبر، تقوی، توکل، محبت، شوق وغیرہ۔ خود کلام مجید مین نعمتون کی ظاہری و باطنی دو قسمین قرار دی گئی
واسبغ علیکم نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً (لقمان۔ آیت ۲۰) دنیا مین ہرشے کا ایک ظاہری پہلو ہی اور ایک
باطن۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن، حدیث کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ کتاب اللہ و سنت رسول
کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے۔ (ص۲۴-۲۵)

لفظ "تصوف" و "صوفی" کی وجہ تسمیہ کیا ہی؟ اس کے جواب مین مؤلف علام نے مختلف اقوال نقل
کردئے ہین۔ ایک قول یہ ہی کہ "صوفی" دراصل "صَفَوی" تھا۔ یہ لفظ ذرا ثقیل تھا، کثرت استعمال سے
زبانون پر "صوفی" چڑھ گیا۔ ابوالحسن قنادؒ کا خیال تھا، کہ صوفی "صفا" سے مشتق ہی، اور اس کا اطلاق اہل
صفا پر ہوتا ہی۔ ایک اور بزرگ کا مقولہ ہی، کہ جو لوگ کدورت بشریت سے پاک صاف کردئے گئے ہین،
وہ صوفی کہلانے لگے۔ کسی اور بزرگ کی رائے مین، ان لوگون کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید مین صوف
کا ہوتا تھا، اس لئے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے، کہ اصحاب صفہ کے باقیات صالحات
صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے۔ وقس علی ہذا۔ (ص۲۷)

متقدمین کے نزدیک فہم و اتباع احکام قرانی کے بعد سب سے زیادہ اہم و مقدم شے اتباع سنت
نبوی تھی، حضرت جنیدؒ فرماتے تھے، کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث نبوی کا نچوڑ ہے، قرآن مین اتباع سنت نبوی

کا صاف الفاظ مین حکم آیا ہے۔ و ان تطیعوہ تھتدوا (نور۔ آیت ۵۴) ابو عثمان سعید الحیری کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنت نبوی کو قولاً و فعلاً اپنے اوپر حاکم بنالے، اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلیگی۔ حضرت بایزید بسطامی نے خدا سے دعا کرنا چاہی، کہ گرسنگی و شہوت جنسی کی آفات سے ہمیشہ محفوظ رہین۔ مگر معاً انھین خیال آگیا، کہ جب رسول اللہ صلعم نے اپنے لئے ایسی دعا نہین کی تھی، تو مین کیونکر کر سکتا ہون، یہ خیال کرکے وہ اس دعا سے باز رہے۔ اس احترام رسالت کا صلہ انھین یہ ملا، کہ عورت کی خواہش بالکل ہی ان کے دل سے جاتی رہی۔ ذوالنون مصریؒ کا مقولہ تھا، کہ خدا کو مین نے خود خدا کے ذریعہ سے پہچانا، اور باقی سب کو رسول اللہ کے ذریعہ سے سہل بن عبداللہ تستری فرماتے تھے، کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ و سنت رسول نہ دین وہ باطل ہے۔ اور اسی کے قریب قریب قول ابو سلیمان دارانیؒ کا ہے، حضرت شبلیؒ مرض الموت مین مبتلا تھے، نزع کا وقت قریب تھا، گویائی کی طاقت باقی نہین رہی تھی، اس وقت ان کا خادم انھین وضو کرا رہا تھا، وہ داڑھی مین خلال کرانا بھول گیا۔ شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر داڑھی مین خلال کرائی، کہ سنت رسول کا کوئی جز فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ (...)

مسائل تصوف تمامتر کتاب اللہ و سنت رسول سے مستنبط ہین، اس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو حضرت مؤلف نے بیان کی ہے، وہ اس قابل ہے، کہ یہان اسے حرف بحرف نقل کردیا جائے

للمستنبطات ما استنبط اهل الفهم من المحققين بالموافقة لكتاب الله عز وجل ظاهراً وباطناً والمتابعة لرسول الله صلعم ظاهراً و باطناً و العمل بهما بظاهرهم و بواطنهم فلما عملوا بما علموا من ذلك ورثهم الله تعالى علم ما لم يعلموا وهو علم الاشارة و علم المواريث للاعمال التى يكشف الله تعالى لقلوب اصفيايه من المعانى المذخورة واللطايف والاسرار المخزونة وغرايب العلوم وطرايف الحكم فى معانى القرآن و معانى اخبار رسول الله صلعم من حيث احوالهم واوقاتهم و صفاء اذكارهم قال الله تعالى افلا يتدبرون القرآن ام على

قلوب اقفالها وقال النبى صلعم من عمل بما علم ورثه الله تعالى علم ما لم يعلم هو العلم الذى ليس يغيرهم ذالك من اهل العلم و اقفال القلوب ما يقع على القلوب من الصدأ لكثرة الذنوب واتباع الهوى ومحبة الدنيا وطول الغفلة وشدة الحرص وحب الراحة وحب الثناء و المحمدة وغير ذالك من الغفلات والزلات والمخالفة والخيانات فاذا كشف الله تعالى ذالك عن القلوب بصدق التوبة والندم على الحوبة فقد فتح الاقفال عن القلوب واتته الزوايد والفوايد من الغيوب فيعبر عن ذالك وفوايده بترجمانه وهو اللسان الذى ينطق بغرايب الحكم وغرايب العلم فاذا سمع هذه النقط المريدون والقاصدون والطالبون من تلك الحجى اهل آذان داعية وقلوب حاضرة نعاشوا واستفوا بذالك العشق (...۱۰۶)

خلاصہ یہ ہے کہ استنباط کا حق ان محققین و ارباب فہم کو پہنچتا ہے، جو ظاہر و باطن ہر طرح کتاب اللہ و سنت رسول کے متبع ہوتے ہین۔ یہ لوگ جب اپنے علم و معلومات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہین، تو خدا انھین وہ علم بھی دے دیتا ہے، جو پیشتر انھین نہ تھا، اور یہ علم انھین کے ساتھ مخصوص رہتا ہے اور ان کے نفس مین تزکیہ اور قلوب مین جلا پیدا کردیتا ہے، اور کثرت معاصی و شہوات، حُب جاہ، حرص و طمع خود پسندی، وغیرہ سے جو زنگ ان کے لوح دل پر جما ہوتا ہے وہ دھل جاتا ہے۔ اس وقت اسرار غیب ان پر منکشف ہو جاتے ہین۔ اور ان کی زبانین حقائق عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہین۔

اس کے بعد مصنف قرآن مجید کی اس آیت سے واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم بلطیف استدلال کرتے ہین، کہ عام حقائق دین کے جاننے والے اولوالامر یا اہل علم ہین، اور ان کے طبقہ مین سے اہل استنباط کو ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔

اسوۂ رسول کے بعد صوفیہ کے نزدیک سب سے اہم بالشان اسوۂ صحابہ ہے۔ کتاب اللمع

ان کے اسی اعتقاد کی تفسیر ہی۔ اس کتاب کے پہلے باب کا صحابہ کی عام مدح وتکریم کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی کی ذات سے آغاز ہوتا ہی۔ جو اعظم الخوف و اعظم الرجا تھے، یعنی خدا سے ڈرتے بھی بیحد تھے، اور اس کی رحمت کے اُمیدوار بھی بیحد رہتے تھے، چنانچہ خود فرماتے تھے، کہ اگر آسمان سے یہ ندا آئے، کہ

لو نادیٰ مناد من السماء انہ لن یلج الجنۃ الا رجلٌ واحد ارجو ان اکون انا ھو، ولو نادی مناد من السماء انہ لا یدخل النار الا رجل واحد لخفت ان اکون انا ھو۔ (طٰ ۱۲)

جنت مین بجز ایک شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا، تو مجھے رحمت باری پر اتنا بھروسہ ہی، کہ مین سمجھونگا وہ شخص واحد مین ہی ہون۔ اسی طرح اگر آسمان سے یہ ندا آئے، کہ بجز ایک شخص کے کوئی دوزخ مین نہ ڈالا جائیگا، تو مین غضب الٰہی سے اس قدر ڈرتا ہون ... ... کہ وہ شخص واحد بھی اپنے ہی تئین سمجھونگا۔

ابو العباس بن عطا رح سے جب آیۂ شریفہ کونوا ربانیین کے معنی دریافت کئے گئے، تو انھون نے کہا، کہ "ابوبکر صدیق رض کے مانند ہو جاؤ" حضرت صدیق ہی وہ شخص تھے جنھون نے اپنا سارا مال و اسباب لاکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک مین حاضر کر دیا، اور جب آپنے دریافت فرمایا، کہ اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑا، تو برجستہ جواب دیا، کہ خدا اور اس کے رسول کو؛ حضرت مؤلف کہتے ہین، کہ یہ فقرہ توحید کے رنگ مین ڈوبا ہوا تھا، اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد ہی، جو کسی زبان سے ادا ہوا ہی؛

حضرت صدیق رض کی سب سے بڑی خصوصیات الہام و فراست تھین۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رض کی نمایان خصوصیات ترک شہوات، اجتناب شبہات، اور تمسک بالحق تھین۔ اور حضرت عثمان رض کی اہم خصوصیات تمکین، ثبات، واستقامت تھین۔ جناب امیر سلاسل تصوف کے شیخ الشیوخ تھے۔ آپ علم لدنی کے سب سے بڑے حصہ دار تھے۔ یہ وہی علم لدنی ہی، جو خضر علیہ السلام کو عطا ہوا تھا، وعلمناہ

من لدنا علمًا اور جس کی بنا پر حضرت خضر نے حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیمبر سے کہدیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکینگے انک لن تستطیع معی صبرًا (اور یہین سے بعض لوگون نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے لیا ہی) جناب امیر مراتب توحید، معرفت، ایمان، و علم مین کامل ترین تھے۔ ان اصحاب اربعہ کے آثار قدم صوفیہ کے لئے دلیل راہ ہین۔

خلفاء اربعہ کے بعد قدرۃً اصحاب صفہ کا ذکر آتا ہی جن کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ طالبان طریقت کیلئے درس ہدایت رکھتا ہی۔ یہ وہ مقدس گروہ تھا، جو معاش دنیوی سے قطعًا بے پروا ہو کر شب و روز شمع نبوت کے گرد پروانہ وار نثار ہوا کرتا تھا، جس کے پاس نہ کھانے کا سامان رہتا تھا، نہ پہننے کا، نہ اوڑھنے کا، اور جس کی زندگی تمام تر فقر و فاقہ، توکل و صبر، عشق و محبت کا ایک تسلسل تھی۔ اس جماعت کی مدح مین متعدد آیات قرآنی نازل ہوئی ہین، مثلًا للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ (بقرہ آیت ۲۷۳) ولا تطرد الذین یدعون ربھم (انعام آیت ۵۲) واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم (کہف، آیت ۲۸)

اس حصہ کے آخری باب مین عام صحابہ کی زندگی پر متصوفانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے، اور ان کے اقوال اس باب مین نقل کئے گئے ہین۔ اصحاب ذیل کے اسماء مبارک اس حیثیت سے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہین طلحہ بن عبید اللہ، معاذ بن جبل، عمران بن حسین، سلمان فارسی، ابو الدرداء، ابوذر، ابو عبیدہ بن الجراح، عبد اللہ بن مسعود، براء بن مالک، عبد اللہ بن عباس، کعب احبار، حارثہ، ابوہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، حذیفہ بن الیمان، عبد اللہ بن جحش، اسامہ، بلال، مصعب بن عمیر، عبد الرحمٰن بن عوف، حاکم بن حزام، عبد اللہ بن رواحہ، عدی بن حاتم، رضی اللہ عنہم۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کر کے ضرورت مرشد پر بہت زور دیا ہی، اور اس ضمن مین یعنی بہت گہرے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بہت سے مبتدیون کا خیال یہ ہوتا ہے کہ مخالفت نفس حصول مقصد کے لئے کافی ہی۔ چنانچہ اپنی ذاتی رائے سے وہ طرح طرح کے مجاہدات اپنے اوپر

اختیار کر لیتے ہین، غذا بہت گھٹا دیتے ہین، لذیذ غذائین بالکل ترک کر دیتے ہین، پانی پینا چھوڑ دیتے ہین، آبادی سے نکلکر صحرائین رہنے لگتے ہین وقِس علیٰ ہذا۔ حضرت مولف کا ارشاد ہی کہ جب تک مرشد یا شیخ اس قسم کے احکام نہ دے، ان چیزون کو اختیار کر لینا قطعاً غیر مفید رہیگا، بلکہ مضرت کا اندیشہ ہی۔ مثلاً ترک غذا کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ انسان فرائض یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کر سکیگا نفس امارہ کو زیر کرنا اتنا آسان نہین، کہ بغیر استاد کامل کی توجہ کے انسان تن تنہا یہ ہفتخوان طے کر سکے۔ خود رائی کی تمام صورتین اس راہ مین خطرہ و ہلاکت کی طرف لیجانیوالی ہین۔ (ص ۱۸۱ تا ۱۸۲) ان سب اعمال و مجاہدات کے لئے مخصوص آداب و شرائط ہین، بغیر ان کے قدم اٹھانا سخت نادانی ہے۔

سماع کی بحث گروہ صوفیہ مین بڑی اہمیت رکھتی ہی۔ طریقت کے اس شارح قدیم نے اس پر پوری تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا ہی، اس سلسلہ مین انھون نے سب سے پہلے حسن صوت کو لیا ہی، اور اس کی مدح و توصیف مین متعدد احادیث نبوی نقل کی ہین مثلاً

(۱) ما بعث اللہ نبیاً الا حسن الصوت۔

(۲) زینوا القرآن باصواتکم۔

(۳) ما اذن اللہ تعالیٰ لشئ کاذنہ لنبی حسن الصوت۔

(۴) لقد اعطی ابوموسی مزماراً من مزامیر آل داؤد لما اعطی من حسن الصوت، وغیرہ

اس کے بعد سماع کے مختلف معانی، سماع شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہی، اور قدما صوفیہ مین جو حضرات سماع کے شیدائیون مین ہوئے ہین، مثلاً جنید بغدادی، ابو الحسن نوری، حصری، وغیرہم، ان کے اقوال نقل کئے ہین، آگے چلکر اباحت سماع عامہ کے عنوان سے جو باب قائم کیا ہی، اس مین عید کے دن سرور کائنات ؐ کے دف کے ساتھ سے گانا سننے کا حوالہ دیا ہی اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ، و دیگر صحابہ کرام کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہی۔ حضرت مالک بن انس، عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن عمر اور امام شافعی نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز رکھا ہی، اور ان سب کی سند جواز سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ سماع خاصہ کے ضمن مین سامعین کے تین طبقات کئے ہین (۱) مریدین و مبتدئین، (۲) متوسطین و صدیقین، (۳) عارفین و اہل استقامت، اس کے بعد محقق مولف نے مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤن کو لیا ہی، اور متعدد ابواب مین ہر پہلو پر تفصیلی نظر کی ہی، جواز کے جو آداب و شرائط و قیود ہین، ان سے کسی حال مین اغماض نہین برتا ہی، آخری باب مین ان حضرات کے خیالات کی ترجمانی کی ہی جو جواز سماع کے منکر ہین، یا اسکی کراہت کے قائل ہین۔ ان چند ابواب کا مطالعہ موجودہ مشائخ کے لئے خاص طور پر سبق آموز ہو سکتا ہی۔

ان اقتباسات و تصریحات سے نوعیت کتاب کا اندازہ ہو گیا ہوگا، جو شخص قدیم تصوف سے باخبر رہنا چاہتا ہے، اس کے لئے اسکا مطالعہ ناگزیر ہے۔

اسلامی ہندوستان کی علمی خوش داری

الدرة الثمینہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی

اور

شاہجہان اور نواب سعد اللہ خان

از جناب مولوی حافظ احمد علی خان صاحب شوق، ناظر کتبخانۂ ریاست رامپور

کتاب خانۂ ریاست رامپور مین مجموعہ ۱۱۰ فن کلام عربی مین یہ مختصر مجلد رسالہ ہے۔ تقطیع کتاب ۱۰×½۶ انچہ۔ سطر ½۳ انچہ۔ تعداد سطر فی صفحہ ۱۹، خط مولویانہ شکست آمیز، صفحات ۲۷ ہین۔ سنہ ۱۰۵۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس رسالہ کو شاہجہان بادشاہ کے نام پر معنون کیا گیا ہے۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اس کے مصنف ہین، آغاز رسالہ یہ ہے، "اللهم باسمك ابتدي، وبنور قدسك اهتدي"۔ رسالہ مین مسئلہ علم باری تعالیٰ اور مبحث قدم عالم کو نہایت خوبی سے لکھا ہے۔ ملا صاحب کا انتقال سنہ ۱۰۶۰ھ یا سنہ ۱۰۶۶ھ مین ہوا ہے۔ اس لئے یہ رسالہ ان کی زندگی ہی کا لکھا ہوا ہے۔ ملا صاحب کے کمالات اور فضائل سے مدارس عربیہ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ ان کی شہرت آج نہین بلکہ ان کی زندگی ہی مین ہندوستان سے نکلکر عرب و روم مین پہنچ چکی تھی، چنانچہ آجکل انکی جس قدر کتابین ہندوستان مین نہین چھپی ہین، اس سے زیادہ ترکی اور قسطنطنیہ مین چھپی ہین، ہندوستان سے ترکی ان کتابون کے پہنچنے کی صورت یہ معلوم ہوئی کہ قدیم زمانہ مین جہان سلاطین باہم اور تحفہ تحائف اپنے ملک کی مصنوعات کا بھیجا کرتے تھے وہان، اپنے دربار کے شعرا کی غزلین، قصائد و دواوین اور علما و فضلا کی

تالیفات و تصنیفات بھی بھیجا کرتے تھے، چنانچہ شاہجہان اور سلطان محمد خان سلطان روم کے درمیان اس قسم کے تعلقات قائم تھے اور اس طرح شاہی تحائف کے ضمن مین ہندوستان کے اس مایۂ ناز حکیم ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کی تصنیفات ترکی پہنچی ہین، آج اسی سلسلہ مین ہم ملا صاحب کے رسالہ الدرة الثمینہ کا تذکرہ کرتے ہین،

عراق مین جان نثار خان شاہجہان کی طرف سے کسی خدمت پر مامور تھا۔ محمد فاروق منشی عجب علی واقعہ نویس اس کے ہمراہ تھے۔ سلاطین صفویہ کے خاندان کا ایک رکن، خلیفہ سلطان ایران سے نکلکر عراق مین آباد ہوگیا تھا، پھر وہ ہندوستان چلا آیا تھا، شاہجہانی تاریخون مین اس کا ذکر متعدد مقامات مین ہے، یہ لائق اور صاحب علم امیر تھا اور "وزیر دانشور عراق" کے نام سے مشہور تھا، شاہجہانی سفرا جب عراق گئے تو خلیفہ سلطان سے بھی ملے۔ ان شاہجہانی سفرا کو بھی اپنی جگہ پر دعویٰ فضل و کمال تھا اور اسکو قائم رکھنا گویا ہندوستان اور سلطنت مغلیہ کی عزت وہ سمجھتے تھے، وزیر نے ان سے دریافت کیا کہ امام غزالی نے (تہافت الفلاسفہ) مین مسئلہ قدم عالم اور نفی علم واجب تعالیٰ کے سبب سے شیخ ابو نصر فارابی اور بو علی سینا کی تکفیر کی ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟۔ جان نثار خان نے شاہجہان کو اطلاع کی۔ بادشاہ نے اپنے وزیر نواب سعد اللہ خان کو حکم دیا کہ ملا عبد الحکیم صاحب کو لکھو کہ اس کے متعلق دس پندرہ دن مین ایک رسالہ لکھکر حاضر کرین کہ عراق کو بھیجا جائے۔ خدا جانے سلاطین کو اس مسئلہ سے کیا دلچسپی تھی، چنانچہ اسی کے پس و پیش زمانہ مین امام غزالی کی تہافت الفلاسفہ اور ابن رشد نے جو اس کا جواب تہافت تہافت الفلاسفہ کے نام سے لکھا ہے، سلطان محمد خان روم نے اپنے دربار کے بڑے فلسفی موجی خوار زمی سے اس پر محاکمہ لکھایا ہے جو کتاب الذخیرہ کے نام سے چھپ گئی ہے، بہر حال یہ مسئلہ بہت مہتم بالشان ہے۔ سیکڑون کتابین اس مبحث پر لکھی گئی ہین۔ یہ معلوم ہے

کہ شاہان مغلیہ کے الفاظ کو احکام مین بعینہٖ نقل کیا جاتا تھا۔ شاہجہان کی علمی قابلیت کا یہ نمونہ ہے کہ اس نے اس مسئلہ مین جن امور پر رسالہ لکھوانا چاہا ہے اس کو چند جملون مین ادا کر دیا۔ سعد اللہ خان کے خط کو دیکھیے کہتا ہے کہ کلمات حکما، تاویلات علماء، وجہ تکفیر اہل اسلام۔ اقوال ملت۔ مباحثات۔ مناظرات شکوک وشبہات۔ ازالۂ اعتراضات۔ سوالات وجوابات، غایت تدقیق ونہایت تحقیق سے لکھے جائین۔ در ہر باب واساس سخن مین اکل کلام پر گفتگو ہو اور ہر جواب مین۔ براہین ہون۔ احاطہ مسائل متعلقہ بمطلب علم حصولی وحضوری کے مسائل متعلقہ کے بیان مین پورا احاطہ کیا جائے۔ اور نیز اس مسئلہ کو صاف کیا جائے کہ علم عین عالم ہے یا عینِ معلوم یا غیر۔ اور اسکا تعلق جزئیات سے بوجہ کلی ہے یا بوجہ جزئی وغیرہ،

سعد اللہ خان کی علمی استعداد تو مشہور ہی ہے لیکن شاہجہان کی علمی فضیلت بھی اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ کم نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی علم وفن سے واقف نہو وہ کیا اوسکو سمجھ سکتا ہے، اگر شاہجہان کی تاریخ کے ساتھ اس کے کمالات علمی کی بھی تلاش کیجائے تو کیا اچھا ہو۔

سعد اللہ خان وزیر نے شاہجہان کے حکم سے اس باب مین ملّا صاحب کو جو خط لکھا ہے وہ بھی اس رسالہ کے ساتھ شامل ہے۔ اور اوسکی نقل حسب ذیل ہے،

مفاوضہ جملۃ الملکی مدار المہامی علامی وفہامی نواب سعد اللہ خان کہ بہ فاضل یگانہ مولنا عبد الحکیم سیالکوٹی جہتہ تالیف رسالہ الدرۃ الثمینہ حسب الحکم شاہجہان بادشاہ تحریر نمودہ وفاضل مسطور الصدر در جواب آن رسالۂ مذکورہ را ترتیب دادہ

افادت پناہ افاضت دستگاہ جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول۔ وحید العصر فرید الدہر بادراک سعادت نشاتین واحراز کمالات دارین کامیاب باشند حسب الحکم الاشرف می نویسد

کہ چون افراد وقایع ایران زمین مسامع حقائق مجامع رسید کہ افادت پناہ وافاضت دستگاہ خلیفۃ السلطان وزیر دانشور عراق کہ اعلم علماء آنجاست۔ از محمد فاروق شرف وجب علی واقعہ نویس کہ بابا دی آب۔ جان نثار خان متعین شدہ اند وپس از عوی ایان بفضل وکمال پرسیدہ کہ امام محمد غزالی در مسئلہ قدم عالم ونفی علم واجب تعالیٰ شانہٗ عما یقول الظالمون فی حق انفسہم الخائبین باللہ وصفاتہٖ بجزئیات ونفی حشر واجساد تکفیر شیخ ابونصر فارابی وشیخ ابو علی سینا نمودہ وجمیع تاویل کلام حکما کردہ اند، این مراتب را تقریر باید نمود کہ مدعیان بے فروغ از مسالک معقولیہ دور در ماندہ اند۔ لہذا بکمترین مریدان حکم شد کہ بآن فضائل وکمالات دستگاہ، سطرے چند بنگارد وبرآن آرد۔ کہ آن افادت وافاضت مرتبت را درین مسائل مختصر جامع مفیدے کہ مستجمع کلمات حکما وتاویلات علماء، ووجہ تکفیر اسلامیین، واقوال ملیین، ومباحثات ومناظرات وشکوک وشبہات وازالات واخراجات واسولہ واجوبہ وغایتہ تدقیقات ونہایت تحقیقات واصل کلام در ہر باب واساس سخن در ہر جواب وانچہ بران ظفر یافتہ باشند وبرہان بران خاذہ شدہ باشد واحاطہ مسائل متعلقہ بمطلب علم از حصولی وحضوری بودن، وعلم، عین عالم وعین معلوم است یا غیر وتعلق آن بجزئیات، بوجہ کلی است یا بوجہ جزئی۔ وتحریر آنکہ کلیہ وجزئیہ معلوم، تابع مدرک ویا تابع مدرک است، ونسبۃ الواجب جزئی ست یا نہ، وبیان آنکہ ادراک تعقلی است نہ احساسی، وشمول علم بمتغیات ومشخصات از آن زمان وغیر آن وبقائے علم با تغیر معلوم وتبدل زمان وحضور زمان بجمیع اجزائہ من ازل الازال الی ابد الاباد مع کونہ غیر قارّ وجز آن باشد نوشتہ حضرت خلافت در عرصہ دہ ویا نزدہ روز باید فرستاد، کہ بایران فرستادہ شود وآنچنان باید نوشت کہ قابل فرستادن ولائق اضافت بآن فضائل دستگاہ بود، وبر روزگار ازان آثار گویند ودر تاریخ نامہا نوشتہ آید۔ والدعا، والسلام۔ فقط

ہندوستان اور اسلامی عہد حکومت

رائل سوسائٹی آف آرٹس، انگلستان مین فنون لطیفہ سے متعلق ایک اہم علمی انجمن ہے۔ اس کے شعبۂ ہندیہ کے سامنے ہر سال ایک لکچر سر جارج برڈوڈ کی یادگار مین ہوتا رہتا ہے۔ اگلی سال یہ لکچر سر ٹامس ارنلڈ نے دیا، اور اس مین اسلامی ہند کی اس تاریخ پر روشنی ڈالی جو قدیم قلمی تصاویر کے ذریعہ سے ہمارے علم مین آتی ہے۔

سر ارنلڈ کہتے ہین، کہ اسلامی ہند مین فقرا، وصوفیہ کا بیحد اثر و اقتدار تھا۔ ان کے معتقدین کی تعداد بیشمار ہوتی تھی، اور ہر طبقۂ آبادی پر اسکا سکہ بیٹھا ہوا تھا مختلف سلاسل کے بزرگون کی تصویرین اس وقت بہ کثرت موجود ہین۔ بہت سی تصاویر مین یہ منظر دکھایا گیا ہی، کہ سلطان وقت یا شاہی خاندان کے دوسرے ارکان، بہ کمال تعظیم و احترام ان حضرات کی خدمت مین حاضری دیتے رہے ہین۔ شہنشاہ اورنگ زیب ایک مرتبہ اپنی مملکت کا دورہ کرتے ہوئے، ایک مقام پر وارد ہوئے، جہان کسی مقدس بزرگ کا قیام تھا، اور ان کے پاس اپنا اشتیاق ملاقات کہلا بھیجا۔ اس تاجدار فقر و غنا کا جواب آیا کہ "مین اپنا غزلتکدہ نہین چھوڑ سکتا، بادشاہ کو اگر ملنا ہی، تو خود حاضر ہو"۔ بادشاہ نے تعمیل کی، اور حسب قاعدۂ اسلام پورے آداب احترام کو ملحوظ رکھا۔

یہ مسلمان فقرا، و درویش، اکثر ہندوستانیون کی طرح، آبادیون اور بستیون سے دور، دشت نوردی و صحرا پیمائی مین مصروف رہتے تھے۔ ایک مشہور درویش میان حاتم سنبھلی کی بابت روایت ہے، کہ کامل دس سال تک برہنہ پا برہنہ سر دشت نوردی کرتے رہے، اور اس ساری مدت مین ایک مرتبہ بھی بستر پر نہین سوئے۔ ایک دوسرے درویش شیخ محمد غوث جن کا مزار گوالیار مین ہے

بارہ برس تک چنار کی پہاڑیون مین غارون کے اندر، اور درختون کی پتیون پر گذر کرتے رہے۔
صحرانوردی کے بعد یہ صوفیہ اگر کہین سکونت بھی اختیار کرتے تھے، تو سنسان حجرون یا ویران جنگلون مین۔ آخری اسلامی دور مین بعض مزارات، اجتماع معتقدین کے مراکز بن گئے تھے، لیکن تصاویر مین عموماً بن بیا ہے فقرا ہی پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

قلمی تصاویر مین وجد و حال کے بھی بہت سے مناظر دکھائے گئے ہین۔ "حال" سے مراد وہ کیفیت رقص ہے، جو اوقات جوش مین مرشدون پر طاری ہو جاتی تھی۔ علمار ظاہر نے ان مظاہر کو بہت سختی سے روکا ہی، اکابر صوفیہ مین سے بھی بعض نے اس کی اجازت دی ہے، اور بعض نے مکروہ جانا ہی، تاہم ہندوستان کے درویشون مین یہ طریقہ بہت عام رہا ہے، خصوصاً بعض سلسلون مین جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہین، وہ اسکی سند صحابہ کے آثار سے لاتے ہین، مثلاً ایک صحابی کی بابت یہ روایت ہی، کہ ان کے کان مین جونہی آیت قرآنی ان عذاب ربک لواقع مالہ من دافع کی آواز آئی، انھون نے زور سے چیخ ماری، اور غش کھا کر گر پڑے۔ اسی طرح کی روایات اکابر صوفیہ کی بابت بہ کثرت مشہور ہین۔

اسلامی عہد حکومت کے ایک اور پہلو پر بھی ان تصاویر سے روشنی پڑتی ہے۔ اسلامی حکومت کا ابتدائی دور بت پرست ہندوؤن کے حق مین ایک سخت عذاب تھا، لیکن جونہی مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن بناتے گئے، بت شکنی و منافرت مین قدرۃً کمی آتی گئی، تاہم اسکی تفصیل، یعنی اسلام نے کس حد تک ہندوؤن کے ساتھ رواداری برتی؟ اصولاً کہان تک اسے جائز قرار دیا، اور عملاً کہان تک اسے نباہا؟ حکومت اور حکام کا طرز عمل کیا رہا؟ اور رعایا کے عام افراد باہم کیونکر پیش آتے رہے؟ اس قسم کے سوالات کا جواب دینا ابھی مورخ کو باقی ہی۔

مسلمانون اور ہندوؤن کے باہمی تعلقات کے سلسلہ مین دارا شکوہ کی شکست فاش کی سرگذشت

ایک دردناک داستان ہے۔ داراشکوہ مثل اپنے پردادا اکبر کے اس فکر مین تھا، کہ ہندو مت اور اسلام کے درمیان مصالحت کا راستہ نکالے تعجب ہے، کہ اس شہزادہ کی مستقل سوانح عمری پر اب تک کسی مورخ نے توجہ نہین کی ہے۔ اسے اپنی روشن خیالی و رواداری کا، جس کے لئے ملک تیار نہ تھا، کفارہ اپنی جان سے دینا پڑا۔ اگر داراشکوہ کو اپنی تجاویز اتحاد مین کامیابی ہوگئی ہوتی تو ہندوستان کی تاریخ آج بالکل مختلف ہوتی۔ اس کو مسلمان فقرا، اور ہندو سنیاسیون، دونون سے یکسان عقیدت تھی، اور اسلام کا تصوف کی نظر سے مطالعہ کر کے وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا، کہ ہندوؤنکا وحدت وجود، اور اسلامی توحید معنی بالکل ایک ہی، دونو مذاہب کے اصول کے اتحاد و اشتراک پر اوسکا ایک رسالہ بھی مجمع البحرین کے نام سے موجود ہے۔

جن ہندو جوگیون سے اسے عقیدت تھی، ان مین سے بابا لال کا نام تاریخ مین محفوظ ہے۔ یہ جوگی سرہند (پنجاب) کے قریب رہتا تھا، اور اس کے گرد مریدین و معتقدین کا ایک مجمع رہتا تھا، شہزادہ داراشکوہ، جسکی عمر اس وقت ۴۲ سال کی تھی، اسکی شہرت سنکر اس کی خدمت مین پہنچا، اور اس سے بارہا مذہبی مذاکرہ رہے، ان مذاکرون کو شہزادہ کے دو ہندو ملازمین قلمبند کرتے گئے تھے، چنانچہ اس وقت تک یہ محفوظ ہین اگرچہ کبھی طبع نہین ہوئے ہین۔ دو مختلف مذہب والون کے درمیان، اور مذہب بھی ایسے جن کے درمیان خون کی ندیان حائل رہی ہین، اس قسم کی مصالحت و آشتی کی گفتگو ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا نہایت دلچسپ واقعہ ہے۔ تلمی تصاویر جس باہمی رواداری کا مرقع پیش کرتی ہین، اس کے ضمن مین پنجاب کے دو بزرگون، ایک ہندو، دیال بھون، اور ایک مسلمان جمالی سلطان کی دوستی اور انکی پہلی ملاقات کا دلچسپ واقعہ قابل تذکرہ ہے۔ گیردت مین دیال بھون پہلے سے سکونت گزین تھے جب جمالی سلطان نے قدم رکھا، تو دیال بھون نے ایک پیالہ دودھ سے لبالب بھرا ہوا ان کو تحفۃ بھیجا مقصد یہ تھا کہ یہ شہر زاہدون اور فقیرون سے لبریز ہے، آپکے لئے گنجائش نہین، جمالی سلطان اس رمز کو سمجھ گئے جواب مین یہ کیا، کہ اسی بھرے ہوئے پیالہ مین گلاب کی ایک پنکھڑی ڈال کر جو اسکی سطح پر تیرتی تھی، واپس کردیا۔ (ماڈرن ریویو)

شاہانِ اسلام

اور

شوقِ حیوانات

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی

آج یورپ بلکہ ایشیا تک کا مشکل سے کوئی ایسا متمدن شہر ہوگا جہان زندہ یا مردہ جانورونکا عجائب خانہ نہو، اس سے مقصود انسانون کے علم مین اضافہ اور عجیب وغریب حیوانات کے خواص اور عادات کا مشاہدہ اور مطالعہ ہے، لیکن زمانۂ قدیم مین چونکہ سلطنتین شخصی تھین اس لئے، سلاطین کا ذاتی شوق ان جانور خانون کے قیام کا اصلی سبب ہوتا تھا، اور اس سے علم و ہنر کے دوسرے فوائد بھی حاصل ہوجاتے تھے، اس زمانہ مین جانورون کے پالنے کے مقاصد مختلف ہوتے تھے، یا تو امرا اور سلاطین اپنی بیکاری کے اوقات ان کے ساتھ کھیلنے یا ان کے کھیل تماشے دیکھنے یا ان کے عجیب وغریب حرکات و خصوصیات کے مشاہدہ مین کاٹا کرتے تھے یا وہ ان کو خاص قسم کی تعلیم و تربیت دیکر ان سے خاص خاص کام لیتے تھے، چنانچہ کتے اور بندر اور شکاری پرند وغیرہ بکثرت اس غرض سے سدھائے اور سکھائے جاتے تھے،

ان اسباب کے علاوہ گذشتہ سلاطین اور امرا کے اس شوق کا مقصد ایک اور بھی رہا ہے اور وہ یہ کہ کھیل تماشون کے علاوہ دربار مین قوت و سطوت و دبدبۂ شاہی کا اظہار اور لوگون کے دلون مین ہیبت اور رعب بٹھانا۔

خلفا و شاہان اسلام مین سب سے پہلا شخص جس کے اس قسم کے شوق کا تاریخ مین تذکرہ ہے یزید ابن معاویہ ہے۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جو جانورون کے پالنے کا شوق رکھتا تھا۔ اسکو سب سے زیادہ

شوق تھا۔ کا تھا اس کے یہان بندر، چیتے، کتّے اور شکاری پرند بکثرت تھے۔ ابن طباطبانے اپنی کتاب الفخری مین کہا ہے:

وکان یلبس کلاب الصید الاساور من	اور وہ کتون کو سونے کے طوق پہناتا اور
الذھب والجلاول المنوجۃ من الذہب	سنہرے کام کی جھولین اُنھین اڑھاتا اور ہر
وجعب لکل کلب عبدا یخدمہ	کتے کیلیئے ایک خادم مقرر کرتا جو اسکی خدمت کرتا تھا

ابن طباطبانے اس کے متعلق ایک طویل وظریفانہ حکایت لکھی ہے جسکو خوف طوالت سے ہم یہان بیان نہین کرتے جسکو دیکھنا ہو وہ کتاب مذکور کی طرف رجوع کرلے[1]،

یزید ابن معاویہ کے متعلق جو عجیب بات بیان کیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکا ایک بندر تھا جسکی کنیت "ابو قلیس" تھی۔ یہ اوسکی اکل وشرب کی مجلسون مین موجود رہا کرتا اور اس کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ اور دوڑ مین گھوڑون اور شہسوارون پر سبقت لیجایا کرتا تھا اسوقت وہ ایک جنگلی گدھی پر سوار ہوتا اور بیش قیمت اور فاخرہ لباس پہنے ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور دیگر مضحکہ خیز اور عجیب عجیب روایتین اس کے متعلق بیان کیجاتی ہین۔ مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے:

"اسکا ایک بندر تھا جس کی کنیت "ابو قلیس" تھی وہ اسکی اکل وشرب کی مجالس مین موجود رہتا تھا اور ایک ہوشیار وشریر بندر تھا۔ وہ "ایک وحشی گدھی پر سوار ہوتا تھا جو سدھائی ہوتی تھی اور زین ولگام کے ذریعہ سے اسکی مطیع رہتی تھی۔ وہ اُس کے ساتھ "گھوڑ دوڑ کے دن" گھوڑون کا مقابلہ کرتا اور بعض مرتبہ آگے نکل جاتا اور گھوڑون سے پہلے گھوڑ دوڑ کی حد تک پہنچ جاتا اور حجرہ مین داخل ہوجاتا۔ ابو قلیس کے سرخ اور زرد رنگ کے مشہور ریشم کی قبا زیب تن ہوتی تھی اور اسکے سر پر رنگ برنگ

[1] دیکھو الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ صفحہ ۴۹ و ۵۰

کی دھاریون دار ریشم کی ٹوپی ہوتی تھی۔ اور اسکی گدھی پر حریر سرخ کا زین ہوتا تھا جو قسم قسم کے رنگون سے چمکدار ومنقش ہوتا تھا اسی کی نسبت کسی شامی شاعر نے کہا ہے:

تمسک ابا قلیس بفضل عنانھا	فلیس علیھا ان سقطت ضمان
الا من رای القرد الذی سبقت بہ	جیاد امیر المؤمنین اتان[2]

خلفائے بنی امیہ وبنی عباس مین سے اکثر نے باوجود اختلاف مذاق کے اس جانور پروری مین یکسان توجہ ظاہر کی ہے ان کو عمدہ اور بیش قیمت کپڑے پہنائے جاتے تھے زیورات سے ان کو آراستہ کیا جاتا تھا، یہانتک کہ بیگمات بھی اسکے اثر سے نہین بچ سکی ہین۔ چنانچہ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ام جعفر زبیدہ خاتون زوجہ خلیفہ ہارون الرشید کا ایک بندر تھا جس کی خدمت کے لئے تیس آدمی ملازم تھے۔ وہ اُسے انسانون کا لباس پہناتے اور تلوار اس کے زیب کمر کرتے اور جب وہ سوار ہوتا تو سب اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور جب اس سے ملنے جاتے تو اُسکا ہاتھ چومتے۔ ایک مرتبہ یزید ابن مزید اپنے سفر سے پہلے زبیدہ خاتون کو الوداع کہنے کے لئے آیا تو وہ بندر اس کے نزدیک لایا گیا اور اس سے اسکا ہاتھ چومنے کو کہا گیا یزید ابن مزید کو یہ بات نہایت شاق گذری اور تلوار نکالکر اس کے دو ٹکڑے کردئے اور چلدیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اسکو بلایا اور اس پر خفا ہوا اس نے جواب دیا کہ "اے امیر المومنین! کیا خلفا کی خدمت کے بعد مین بندرون کی خدمت کرون؟ نہین! قسم ہے خدا کی یہ ہرگز نہین ہوسکیگا!" خلیفہ نے یہ جواب سنکر اُسے معاف کردیا۔ اسی طرح سے تمام خلفاء عباسیہ، فاطمیہ، اور امویۂ اندلس اور ان کے علاوہ دیگر سلاطین مثل سلجوقیہ اور سامانیہ کے متعلق بھی یہی قیاس کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ابن طباطبانے ذکر کیا ہے کہ سلطان مسعود سلجوقی کو بھی اسکا بیحد شوق تھا وہ کتون کو منقش اطلس کی جھولین اڑھاتا تھا اور سونے کے طوق پہناتا تھا اور کبھی

[2] مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ صفحہ ۶۸

امین الدولہ کی طرف کہ جو نصرانی طبیب کے شاگرد کا بیٹا اور ایک ظریف فاضل تھا التفات کم کر دیتا تو وہ کہتا ہے

من کان یلبس کلبہ وشیًا ویقنع لی بجلدی

فالکلب خیر عندہ منی وخیر منہ عندی[1]

لیکن سانپون چیتون اور ہاتھیون وغیرہ کا بادشاہون اور خلفا کا اپنے محلسراؤن کے دروازون پر بندھوانا جیسا کہ ہم نے ابھی کہا ہے کہ یہ ان کے اُسی قسم کے شوق سے تعلق رکھتا ہے جو وہ اپنی ہیبت ورعب اپنی رعایا کے دلون مین جاگزین کرنے اور اپنے ملک وقوت کے دبدبہ اور سطوت وقدرت کے اظہار کے لیے رکھتے تھے۔ سب سے پہلا شخص جس نے خلفائے عباسیہ مین سے اس کی جانب توجہ کی خلیفہ منصور تھا جو بہت کچھ اہتمام ہاتھیون کے جمع کرنے مین کیا کرتا تھا کیونکہ ہندوستان وایران کے اگلے بادشاہ ہاتھی کی سواری کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ خود خلیفہ ہارون الرشید کے بہت سے پنجرے (قفس) تھے جن مین سانپ، چیتے اور شیر وغیرہ بند رہتے تھے[2]۔

عرصہ تک خلفا اور اراکین کے شوق کا یہی حال رہا یہان تک کہ دار الخلافہ اقسام اقسام کے درندون چیتون اور کتون سے بھر گیا جب خلیفہ المہتدی نے عنان خلافت ہاتھ مین لی تو وہ چونکہ زہد پیشہ اور متقی تھا اس نے ان درندون کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ مین حوادث ۲۵۵ھ ہجری کے بیان مین لکھا ہے کہ:

امر المہتدی العباسی باخراج المغنین من سامرا ونفاھم عنھا

خلیفہ المہتدی نے تمام گویون کو سامرا سے نکالدینے اور وہان سے ان کو جلا وطن کرنیکا

[1] وہ شخص جسکا کتا منقش کپڑون سے ملبوس کیا جاتا ہے مجھ سے میری کھال پر قناعت کراتا ہے۔ پس اسکا کتا اس کے نزدیک مجھ سے بہتر ہے اور میرے نزدیک اُس سے بہتر ہے۔ الفخری صفحہ ۵ [2] عقد الفرید جلد ۱ صفحہ ۱۵۰

وامر ایضا بقتل السباع التی کانت بدار الخلافۃ وطرد الکلاب[1]

حکم دیا اور شیران درندون کو جو دار الخلافہ مین تھے قتل کرنے اور کتون کو نکالدینے کا حکم دیا

لیکن یہ روک عرصہ تک قائم نہین رہی۔ جب خلیفہ المہتدی نے انتقال کیا تو امرا و خلفا دوبارہ ان شکاری جانورون کو جمع کرنے لگے یہانتک کہ ان مین سے بعض نے ان کو اپنے دربارون تک مین بندھوایا خصوصًا اسوجہ سے اور بھی کہ اُن زمانون مین چلتی ہوئی سیاسی تدبیر (پالیسی) رعب و ہیبت کو رعایا کے قلوب مین جاگزین کرنا اور اس کے ذریعہ سے ناموس مملکت کی حفاظت کرنا تھی چنانچہ اسی نظریہ سیاسیہ کی تشریح مین ابن طباطبا نے کہا ہے:

"کہ ہیبت ہی نظام مملکت کی حفاظت کرتی اور رعایا کے طمع اور لالچ کی نگرانی کرتی ہے اسلئے بادشاہ قیام ہیبت وناموس مین اژدہون، چیتون، اور ہاتھیون کو باندھکر، بڑے بڑے بگل اور نقارے بجوا کر اور ان کے سرون پر جھنڈے بلند کرا کے مبالغہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ رعب قائم کرنے کے لئے تھا۔ جیسا کہ عضد الدولہ بن بویہ جب اپنے تخت پر بیٹھا تو اژدہے، چیتے اور ہاتھی زنجیرون مین جکڑے ہوئے حاضر کیے گئے تاکہ اس سے لوگون پر خوف ودہشت طاری ہو[2]"

یہ سیاسی تدبیر تمام پھیلی ہوئی تھی اور اس قسم کے جانورون کا انتخاب صرف مشرق ہی مین رائج نہ تھا بلکہ اسکا اثر اندلس تک پہنچ چکا تھا مقری نے کہا ہے:

وقد اتخذ الخلیفۃ الناصر الاموی في مدینۃ الزہراء محلات للوحوش والسباع واسعۃ الارجاء متباعدۃ السیاج[3]

اور خلیفہ ناصر اموی نے شہر زہرا مین وحشی جانورون اور درندون کیلئے بڑے بڑے گرداؤ کے محلات بنوائے تھے جنکی چہار دیواریان دور دور پھیلی ہوئی تھین۔

[1] الکامل لابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳۰ [2] الفخری فی الاداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ صفحہ ۲ [3] مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۲۷۰

اس سے بھی زیادہ دلچسپ خمارویہ ابن طولون کا وہ شوق و توجہ ہے جو اسکو ان شکاری جانورون
کے جمع کرنے اور انکی تربیت و تعلیم مین تھی یہانتک کہ اس نے ان کے لئے ایک خاص مکان بنوایا تھا
جسکا نام "دارالسباع" رکھا تھا جس کے اوصاف و انتظامات کے دلچسپ حالات مقریزی نے اس
طرح بیان کئے ہین:-

"اس "دارالسباع" مین طویل طویل مکانات تھے اور ہر مکان مین ایک درندہ اور اسکی مادہ کے
رہنے کی گنجایش تھی۔ ان مکانون مین دروازے تھے جو ان کے اوپر سے حرکت دینے سے کھولے
جاتے تھے اور ہر مکان مین ایک چھوٹا سا دریچہ تھا جس مین سے وہ آدمی جو اس مکان کی خدمت
پر مامور تھا داخل ہوتا اور اس مین زبل کا فرش کرتا۔ ہر مکان مین ایک جانب سنگ مرمر کا
ایک حوض تھا جسمین ایک تانبے کے نل سے پانی آتا تھا۔ ان مکانون کے سامنے ایک عریض و وسیع
میدان تھا جسمین ریت بچھی ہوئی تھی، اس میدان کی ایک جانب ایک بڑا سنگ مرمر کا حوض تھا
جس مین ایک بڑے نل سے پانی آتا تھا۔ جب ان درندون مین سے کسی درندے کا نگران
اس کے مکان کو صاف کرتا یا اس کے کہانے کے لئے گوشت کی خوراک رکہنا چاہتا تھا تو
مکان کے اوپر کسی ترکیب سے دروازہ کہولدیتا اور جانور پر چلاتا تو وہ جانور میدان مذکور کی طرف
نکل جاتا اور پھر وہ اوپر سے دروازہ لگا دیتا۔ جانور بھی اسکو جان گیا تھا پس جونہی نگران
دروازہ کھولتا شیر اس مین داخل ہو جاتا اور گوشت سے جو کچھ اس کے لئے مہیا کیا جاتا اسے
کہاتا یہانتک کہ سیر ہو جاتا اور ضرورت کے مطابق پانی پی لیتا۔ یہ تمام مکانات درندون
سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے اوقات مقرر تھے جن مین ان درندون کے تمام مکانات
کھولے جاتے اور ہر جانور اس میدان کیطرف نکالے جاتے اور اس پر چلائے جاتے پس
وہ نکلتے اور کھیلتے اور ایک دوسرے پر دوڑتے تھے وہ اس مین اسی طرح سے دن بھر

رات تک رہتے یہان تک کہ ان پر نگران پھر چلاتا تو ہر ایک جانور اپنے مکان مین داخل ہو جاتا
اور دوسرے کے مکان مین جانیکی غلطی نہ کرتا۔[1]

خمارویہ کے ان جانورون مین سے ایک جانور تھا جو اس سے بہت مانوس ہو گیا تھا اس کا
نام اس نے "زریق" رکھا تھا۔ یہ جب خمارویہ سو جاتا تو اسکی حفاظت مین پہرہ دیتا اور مکان مین کھلا ہوا
آزاد پھرا کرتا مگر کسی کو نہین ستاتا تھا۔ مقریزی نے اسکی نسبت بیان کیا ہے:-

"اور ان تمام درندون مین ایک درندہ تھا ازرق چشم جسکو "زریق" کہتے تھے۔ یہ خمارویہ سے
مانوس ہو گیا تھا اور مکان مین آزاد پھرا کرتا کسی کو ستاتا نہین تھا۔ اسکو اس کی خوراک روزمرہ
کی غذا مین سے دیجاتی تھی۔ جب خمارویہ کا دسترخوان بچھایا جاتا تو زریق اس کے ساتھ آجاتا
اور خمارویہ کے سامنے بیٹھ جاتا۔ خمارویہ اس کے سامنے مرغی پر مرغی اور بکری کے نوعمر بچے کی
گوشت کا اچھا اچھا فضلہ یا اسی کے مانند اور جو دسترخوان پر موجود ہوتا پھینکتا جاتا اور وہ
اسکو مزے کے ساتھ کہاتا جاتا۔ اسکی ایک مادہ بھی جو ایسی مانوس نہ تھی جیسا کہ وہ تھا پس وہ
اپنے ہی مکان مین بند رہتی تھی اور ایک خاص وقت تھا جسمین یہ اس کے ساتھ اس مین
رہتا تھا۔ جب خمارویہ سو جاتا، زریق آتا اور اسپر پہرہ دیتا۔ اگر وہ تخت پر سوجاتا تو
یہ تخت کے سامنے بیٹھ جاتا اور اس کی نگہبانی جب تک کہ وہ سوتا رہتا کرتا رہتا۔ اور
اگر وہ زمین پر سوجاتا تو وہ اس کے پاس رہتا جو شخص داخل ہوتا اور خمارویہ سے ملنے
کا ارادہ رکھتا اسکو وہ آگاہ کر دیتا اور اس سے ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہین رہتا یہی
اسکی عادت تھی اور وہ اس سے مانوس اور اسکا خوگر ہو گیا تھا۔ اسکی گردن مین سونیکا
ایک طوق پڑا رہتا تھا۔ کوئی خمارویہ کے قریب جبتک کہ وہ سوتا رہتا زریق کی

[1] المقریزی صفحہ ۳۱۷ جلد ۱۔

نگہبانی اور پہرہ داری کی وجہ سے نہیں جا سکتا تھا حتی کہ جب اللہ تعالی نے خمارویہ کی موت کا حکم نافذ فرمایا تو خمارویہ دمشق مین تھا اور زریق اس سے علیحدہ مصر مین۔[1]

بعض امرا اور سلاطین کو دوسرے مہلک جانوروں مثلاً تواریخ مین اس عشق و شوق کے واقعات بکثرت مدون ہین، چنانچہ مقریزی نے خطط مین اور صلاح الکتبی نے ،، فوات الوفیات ،، مین وزیر جعفر بن فضل بن فرات کی نسبت کہ جو اخشید المعروف بہ ابن خزابہ کا مصر مین وزیر تھا روایت کی ہے کہ :-

،، وہ حشرات الارض مثل سانپ، بچھو، اژدہے، اور کنگھجوروں یا اس کے مانند دیگر حشرات کے دیکھنے کی بہت ہوس رکھتا تھا۔ در مصر مین اس کے مکان مین نہایت عمدہ سنگ مرمر کے فرش کا دو میدان تھا اس مین یہ سانپ سوراخون مین رہتے تھے اور ان کے لئے نگران، فراش اور منتردان مقرر تھے جو حکم ملنے پر ان سانپوں کو ،، ادہرسے اُدھر ہٹانے اور منتقل کرنے پر نوکر تھے۔ اور ہر ایک منتردان مصر مین جسقدر بھی اس سے ہو سکتا تھا سانپوں کو پکڑتا تھا اور وہ لوگ زیادہ تر انکی ان اقسام مین سے پکڑتے تھے جو پسندیدہ، بڑے، اور عجیب ہوتے تھے۔ اور وزیر ان کو اس پر بڑے بڑے انعام اور بہت کچھ مال و دولت دیتا تاکہ وہ ان کے حصول مین کوشش کرین۔ اور اسکا ایک خاص وقت تھا کہ اسوقت مین وہ ایک بلند چبوترہ پر بیٹھتا تھا اور پھر یہ نوکر اور منتردان وہان داخل ہوتے تھے اور سانپوں کو لڑواتے تھے اور وہ اس سے خوش ہوتا اور پسند کرتا تھا ،،۔[2]

اس کے علاوہ کثرت سے ایسی مثالین موجود ہین جو تاریخون کے اوراق مین بکھری پڑی ہین جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سے مختلف بادشاہون کو مختلف زمانون مین خاص

[1] المقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۴۰، [2] المقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۷۱،

خاص اقسام کے حیوانات سے شوق رہا ہے اور نہ صرف خاص خاص اقسام کے بلکہ بعض بادشاہون کو جمیع اقسام کے حیوانات کا شوق رہا ہے۔ جیسا کہ ابن خلکان نے خلفائے فاطمیہ مین سے خلیفہ العزیز باللہ فرمانروائے مصر کی نسبت بیان کیا ہے :

وکان عندہ من غرائب الحیوانات	اور اس کے نزدیک انواع و اقسام کے
مالم یجتمع عند غیرہ وذکروا	حیوانات تھے جو کسی دوسرے کے نزدیک
بینہما العنقاء[1]	جمع نہ ہوئے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان
،، ،، ،، ،،	حیوانات مین ،، عنقا ،، بھی تھا۔

ہندوستان کے تیموری سلاطین مین اکبر اور جہانگیر کو حیوانات کا بہت شوق تھا،

اکبر جو ابتداء سے بڑا دلیر، بہادر اور جفاکش تھا حیوانات سے عموماً اور کبوترون، گھوڑون، ہاتھیون اور چیتون سے خصوصاً بے انتہا شوق رکھتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے دنیائے فانی سے کوچ کیا تو اس کے ذاتی متروکات مین سے حیوانات کا ایک بڑا ذخیرہ بھی تھا، جیسا کہ خافی خان نے منتخب اللباب مین لکھا ہے :

،، در وقت وفات محمد اکبر بادشاہ زیادہ از پنج ہزار فیل کہ گاہ قریب شش ہزاری رسد در فیل خانہ موجود بود و دوازدہ ہزار اسپ در طویلہ و ہزار یوز در چیتہ خانہ داشت ،،[2]

اکبر نے اپنی زندگی مین ہر چند اس امر کی کوشش کی کہ چیتونکی تعداد کسی طرح ہزار تک پہنچائے لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس کو کبھی اس مین کامیابی نہ ہوئی۔ جب کبھی اس نے کوشش کر کے انکی تعداد پوری کی، ان مین سے دو چار بیمار ہو کر ضرور مر گئے چنانچہ خافی خان نے آگے چل کر لکھا ہے کہ :

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۶۷، [2] منتخب اللباب مطبوعہ کلکتہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۲

"واما گویند کہ ہرچند خواست ہزار چیتہ شود میسر نمی آمد یک دو یوزرا آفت رسید"[1]

یہ تمام چیتے، ہاتھی، اور دیگر جانور نہایت سدھے ہوئے تھے۔ اشارون پر کام کرتے تھے، زر دوزی کمخواب ومخمل کے لباسون مین ملبوس رہتے تھے اور سونے چاندیکے طوق وزنجیرین اُن کے گلون مین پڑی رہتی تھین۔

اکبر ہاتھیون، اور گھوڑون، اور چیتونکا بڑاہی دلدادہ تھا جہان کہین ملتے فوراً لیتا تھا شیر چیتے، بارہ سنگھے، ہرن، اور کبوتر وغیرہ وغیرہ ہزارون جانور اس نے بڑے شوق سے پالے تھے۔ جانورون مین مست ہاتھیون، شیرون اور ہاتھیون، ارنے بھینسون، گینڈون اور ہرنون کی لڑائی دیکھنے کا بڑاہی شائق تھا باز بہری، جرے اور باشے بھی اس نے پال رکھے تھے ان کو بھی وہ اڑاتا تھا۔ اکثر جانورون کے نام اس نے انکی کیفیت لڑائی وسیرت کے مطابق رکھے تھے۔

ان مین سے ہر قسم کے جانورون کے لئے اُس نے علٰحدہ علٰحدہ مکانات بنوائے تھے۔ چنانچہ فتحپور سیکری مین ان مین سے بعض کے آثار ابتک باقی ہین۔ ان مین سے ایک اصطبل خانہ ہے جو بیربل کے محل کے قریب سنگین بنا ہوا ہے۔ اس مین شرقاً وغرباً تیئیس تیئیس[22] در والے دو دالان اور جنوباً، در والا ایک دالان بنا ہوا ہے۔ اور ہر در مین دو گھوڑونکے تھان کی جگہ ہے۔ صحن مین گھوڑون کے پانی پینے کے لئے ایک پختہ وسنگین نالی اور ہر گھوڑے کے لئے گھاس کے واسطے دیوار مین کچھ بلندی پر ایک الماری بنی ہوئی ہے۔ اس مین خاصہ کے نایاب وبہترین گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اسی سے ملا ہوا ایک شترخانہ ہے جس مین خاصے کے اونٹ رہتے تھے[2]

نیز فتحپوری مین سکتال (حوض شیرین) کے سامنے نگر کی سڑک کے شمالی جانب ایک فیل خانہ بنوایا تھا۔ افسوس کہ یہ اب بالکل منہدم ہوگیا اور اس کے آثار مین سے اب صرف

[1] منتخب اللباب مطبوعہ کلکتہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۴ [2] آثار اکبری صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵،

چند ستون باقی ہین[1]۔

اکبر کو کبوترون کا بھی کچھ کم شوق نہ تھا چنانچہ اُس نے اُن کے لئے ایک علٰحدہ کبوترخانہ بنوایا تھا جس مین انواع واقسام کے کبوتر دور دور سے منگواکر رکھے تھے عبداللہ خان اُزبک والی توران کو لکھکر اکبر نے وہان سے گرہ باز کبوتر منگوائے تھے۔ اس کبوترخانہ کے آثار فتحپوری مین ہتیاپول اور سنگین برج کے پاس اب تک باقی ہین،[2]

آئین اکبری مین جہان دیگر مختلف امور کے ضوابط وآئین لکھے گئے ہین وہان کبوترون کے بھی ہین۔ اور ابوالفضل نے انھین "آئین نشاط بازی" کے عنوان سے لکھا ہے[3]۔ نیز اکبرنامہ مین ابوالفضل نے ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ "ایک دن کبوتر اُڑ رہے تھے اور بازیان کر رہے تھے اور اکبر انھین دیکھ رہا تھا ایک خاصہ کے کبوتر پر ایک بھری گری۔ اکبر نے للکار کر آواز دی کہ خبردار، بھری جھپٹا مارتے مارتے رُک کر ہٹ گئی اور پھر نہ آئی"[4]۔ رقعات ابوالفضل مین بھی ایک فرمان عبدالرحیم خانخانان کے نام درج ہے جس مین شروع سے لیکر آخر تک کبوترون ہی کا تذکرہ ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک کبوتر کا نام بنام حال لکھا ہے[5]،

علاوہ بریں سیر وتفریح کے اکبر ان جانورون سے اظہار دبدبہ اور شان وشوکت کا بھی کام لیتا تھا۔ جب اسکی سواری نکلتی تو اس کے ساتھ ان مین سے اکثر جانور سونے چاندی کے زیورون سے آراستہ اور زرق برق کپڑون مین ملبوس نکالے جاتے تھے۔ دربار اکبری مین مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے مخصوص طرز بیان مین سواری کا حال خوب بیان کیا ہے:-

"اب دولھا کے سامنے عروس دولت کی بارات گذرتی ہے۔ نشان کا ہاتھی آگے اس کے

[1] آثار اکبری صفحہ ۱۳۹، [2] ایضاً صفحہ ۱۴۰ [3] دیکھو آئین اکبری [4] اکبرنامہ

[5] دیکھو ابوالفضل دفتر اول صفحہ ۴۰، ۴۹ و ۵۰،

بعد اور ہاتھیون کی قطار - پھر ماہی مراتب اور اور نشانون کے ہاتھی - جنگی ہاتھیون پر فولادی پاکھرین بیشا بون پر ڈھالین - بعض کی مستکون پر دیوزادی نقش و نگار - بعض کے چہرون پر گینڈون کی آرنے بھینسون اور شیر ببر کی کھالین کلون سمیت چڑہی ہوئی - ہیبت ناک صورت ڈراونی مورت - سونڈون مین گرز، برچھیان تلوارین لیے - سانڈنیونکا جن کے سو سو کوس یکدم سلسلہ گردن کھینچے سینے تنے جیسے لقا کبوتر، پھر گھوڑون کی قطارین عربی، ایرانی، ترکی ہندوستانی آراستہ پیراستہ سازو یراق مین غرق - چالاکی مین برق اچھلتے، مچلتے، کھیلتے، کودتے شوخیان کرتے چلے جاتے تھے - پھر شیر پلنگ چیتے گینڈے بہیرے جنگل کے جانور سدھے سدھائے شائستہ - چیتونکے جھگڑون پر نقش و نگار گل گلزار - آنکھون پر زردوزی غلاف - وہ اور بیل کشمیری شالین مخمل و زربفت کی جھولین اڑھے - سرون پر کلغیان اور تاج - سینگ مصور رنگین قلمکاری سے قلمدان کاشمیر - پاؤن مین جھانجن گلے مین گھنگرو جھم جھم کرتے چلے جاتے تھے -

پھر خاصے کے ہاتھی آتے ان کی زرق و برق کا عالم اللہ اللہ آنکھون کو چکاچوندی آتی تھی، موتی اور جواہر ٹنکے - زیورون مین لدے پھندے قوی ہیکل سینون پر سونے کی ہیکلین لٹکی سونے چاندی کی زنجیرین سونڈون مین ہلاتے - جھومتے جھامتے خوشیان مستیان کرتے چلے جاتے تھے[1]،،

اکبر خود اس قدر دلیر تھا کہ بسا اوقات جنگلون مین شیر کا تلوار سے مقابلہ کرتا تھا اور مست سرکش اور خونی ہاتھیون کو جن کے زیر کرنے سے سب عاجز آچکتے تھے وہ آن کی آن مین زیر کرلیا کرتا تھا چنانچہ جہانگیر نے تزک مین لکھا ہے:

شجاعت و دلیری و دلاوری ایشان بغایتے بود کہ بر فیلان مست و سرکش سواری

[1] دربار اکبری صفحہ ۳۴۳ و ۴۴۱۔

می فرزند و بعضے فیلان خونی را کہ مادہ خود را نزد خود نمی گذاشتند باآنکہ ہرچند فیل بدخو باشد تعرض بمادہ فیل و فیلبان نمیرسانند در حالتے کہ فیلبان و مادہ فیل را کشتہ باشد وا و را نزد خود نگذارد در قید اطاعت درمی آورد و نہ و بر دیوارے یا درختے کہ رہگذر آن فیل مہاوت را کشتہ از قید اطاعت آن برآمدہ می بود واز پہلوئے آن دیوار یا درخت می گذشت تکیہ بر لطف ایزدی نمودہ خود را بر پشت او می انداختند و بمجرد سوار شدن او را بقید ضبط آوردہ رام می نمودند مکرر این معنی مشاہدہ شدہ[1]،،

غرضیکہ اکبر کو حیوانات کا بے انتہا شوق تھا اور اس نے ہر قسم کے جانور چرند پرند وغیرہ جمع کیے تھے جنکا مفصل حال ابوالفضل نے آئین اکبری مین ایک علحدہ باب کے تحت مین درج کر دیا ہے جسے ہم خوف طوالت اور قلت گنجائش کی وجہ سے یہان نقل نہین کر سکتے ناظرین کتاب مذکور مین ملاحظہ فرما سکتے ہین -

جہانگیر بھی بمصداق ،، الولد سر لابیہ ،، حیوانات کا کچھ کم شوقین نہ تھا لیکن اسکا میلان زیادہ تر نادر و عجیب الخلقت جانورون کے جمع کرنے کی جانب تھا اس لیے اسکا جانور خانہ حقیقت مین ایک ،، عجائب خانہ ،، تھا اگرچہ مورخین نے اپنی کتابون مین اس کے اس شوق کے متعلق اس تفصیل کے ساتھ حالات کو یکجا جمع نہین کیا ہے جیسا کہ اکبر کے متعلق مگر تاہم اس کے متعلق ہمین جستہ جستہ حالات خود جہانگیر کی زبانی تزک جہانگیری مین ملتے ہین -

جہانگیر کو بمضمون ،، جوئندہ یابندہ ،، جانور بھی ایسے مل جاتے تھے جو بالکل عجیب و نادر اور غیر معمولی خلقت کے ہوتے تھے چنانچہ سنہ ۳ جلوس مین راجہ نرسنگ دیو نے ایک سفید چیتا پیش کیا تھا جس کے متعلق وہ لکھتا ہے :-

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۸

"راجہ نرسنگ دیو یوز سفیدے آوردہ گذرانید اگرچہ دیگر انواع حیوانات پرندہ وچرندہ جنس سفید کہ آن را طویغان گویند پیدا می شود غالباً یوز سفید دیدہ نہ شدہ بود"[1]

نیز اس کے علاوہ اس کے چڑیا خانہ مین شاہین۔ باشہ۔ شکرا۔ کنجشک۔ کوا۔ بٹیر۔ تیتر۔ پودنہ۔ طاوس اور باز بھی خلاف معمول سفید رنگت کے موجود تھے[2]،

اس کے جانورخانہ مین ایک عجیب وغریب بکرا تھا جو ایک چائے کے پیالہ کی مقدار کے برابر ہر روز دودھ دیتا تھا جہانگیر اسے اسطرح بیان کرتا ہے:

"یکے از نربایان کہ قبیلہ مقرراند برخصی بنظر گذرانید کہ بطریق نرمادہ پستان داشت ومقدار یک پیالہ قہوہ خوری ہر روز شیری داد"[3]

اسے قریباً طوطی کے برابر وزیرآباد سے ایک ایسا پرند ملا تھا جس کے عجیب وغریب خواص تھے مثلاً وہ پانی مطلق نہین پیتا تھا کیونکہ پانی اس کے حق مین زہر قاتل کا کام کرتا تھا، اور وہ رات بھر درخت کی شاخ سے الٹا لٹک کر چپچہاتا رہتا تھا اور صبح سیدھا ہوکر بیٹھ جاتا تھا[4]،

اس کے فیل خانہ مین ایک سب سے بلند ہاتھی تھا جسکو اکبر نے پکڑوایا تھا اس ہاتھی کا نام گجراج تھا۔ جہانگیر نے اسکا قد سات گز شرعی اور آٹھ انگل تبلایا ہے (ایک گز شرعی ۲۴ انگل کا ہوتا تھا)[5]

اگرچہ اکبر کو بہ نسبت جہانگیر کے جانورون کا شوق زیادہ تھا اور اس نے کثرت سے نر اور مادہ جانور اس تمنا مین جمع بھی کئے کہ اس کے جانورخانہ ہی مین وہ بچے جنین لیکن باوجود اسکی ہر کوشش وتمنا کے شیرنی نے اور ہتھنی نے کبھی بچے نہ دئے مگر جہانگیر کے زمانہ مین شیرنی اور ہتنی دونون نے بچے دئے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

ا و ۲ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۶۷، ۳ تزک جہانگیری صفحہ ۷۵،
۴ تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۲، ۵ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ۲۳۶،

"مادہ شیرے آبستن شد وبعد از سہ ماہ سہ بچہ زائید واین ہرگز نہ شدہ کہ شیر جنگلی بعد از گرفتاری بجفت خود جمع شدہ باشد"[1]

ہتنی کی نسبت لکھتا ہے:

"شب یکشنبہ مادہ فیلے از فیل خانہ خاصہ درحضور من زائید۔ مکرر فرمودہ بودم کہ تحقیق مدت حمل نمایند آخر الامر ظاہر شد کہ بچہ مادہ یک سال وشش ماہ وبچہ نر نوزدہ ماہ در شکم مادر می ماند بخلاف تولد آدمی کہ اکثر بچہ از شکم مادر بہ سر فرو می آئند بچہ فیل اکثر از پا بری آید"[2]

یہ تمام شیر وہاتھی وغیرہ اکثر تربیت یافتہ اور سدھائے ہوئے تھے اور اس طرح سے مانوس ومطیع کرلئے گئے تھے کہ آدمیون مین چھٹے پھرتے تھے لیکن کسی کو مضرت نہین پہنچاتے تھے چنانچہ جہانگیر لکھتا ہے:

"شیران بہ نوعے رام گشتہ اند کہ بے قید وبے زنجیر گلہ گلہ درمیان مردم میگردند وضرر ایشان بمردم نمی رسد"[3]

اس کے چیتہ خانہ مین ایک ایسا شیر بھی تھا جو بالکل خلاف امید ایک بکری سے اس قدر مانوس تھا کہ بلا اس کے بسر نہین کرسکتا تھا چنانچہ وہ دونون اس لئے ایک ہی پنجرہ مین بند کئے جاتے تھے جہانگیر نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ:

"بانز الفت گرفتہ در یک قفس می باشند وبآن بز نہایت الفت ومحبت ظاہر می سازد۔ وبہ دستورے کہ حیوانات جفت می شود در بز را در آغوش گرفتہ حرکت می کند حکم کردند کہ آن بز را مخفی داشتند فریاد واضطراب بسیار ظاہر می ساخت"[4]

نیز ایک بکری تھی جو ایک لنگور سے مانوس تھی حتیٰ کہ اگر وہ اس سے جدا کیا جاتا تھا تو وہ بکری اسکی جدائی کی وجہ سے نہایت درد کے ساتھ چلاتی تھی علیٰ ہذا یہی حال اس لنگور کا بھی ہوجاتا تھا[5]،

ا تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۱۸ ۲ ایضاً صفحہ ۱۳۱ ۳ ایضاً صفحہ ۹۰ ۴ ایضاً ۵ ایضاً صفحہ ۲۲۳

غرضیکہ جہانگیر کو حیوانات کے پالنے کا کامل شوق تھا چنانچہ جب کوئی اسکو سلطنت کے امرا، ورؤسا مین سے اس قسم کی کوئی چیز پیش کرتا تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا تھا ساتھ ہی اسکے وہ اپنے اس شوق کے پورا کرنے مین بے دریغ روپیہ بھی صرف کرتا تھا چنانچہ مقرب خان کو بندر کھمبات مین بھیجا تو تاکید کی کہ:

"ہر نفائسے کہ دران جا بدست آید جہت سرکار خاصہ شریفہ خریداری نماید حسب الحکم باستعداد تمام بکوہ رفت و مدتے در آنجا بودہ نفائسے کہ دران بندر بدست افتاد اصلا روئے زر ندیدہ بہر قیمت کہ فرنگیان خواستند زر دادہ گرفت"[1]

زمانہ کا ابتداء سے یہ دستور رہا ہے کہ حاکم وقت کا جسطرف رجحان ومیلان ہوتا ہے، جن چیزونکا وہ شوق کرتا ہے تمام امراء ورؤساء اور رعایا بھی اسی طرف مائل ہوجاتے ہین اور سب انہی چیزونکا شوق کرنے لگتے ہین عربی کی مشہور مثال الناس علیٰ دین ملوکھم کے یہی معنی ہین چنانچہ اس زمانہ مین بھی تمام اراکین وامراء، رؤسا، وحکام اسی قسم کا شوق رکھتے تھے۔

لیکن آج جبکہ زمانہ کے انقلابات سے سلطنت مغلیہ اسطرح سے مٹ چکی ہے کہ اس کے حالات واحوال دریافت کرنے کیلئے بجائے اسکے کہ ہم اس کے شاہی خاندان کی بچی کھچی نسل سے سینہ بسینہ آنیوالی روایات سنتے ہمین کتابون، پرانی عمارتون اور کھنڈرونکی جانب متوجہ ہونا پڑتا ہی جنکی زبان حال انکے بانیون کی عظمت وبزرگی کی شہادت دے رہی ہے، اس اٹھارہ لاکھ مربع میل کی سطح پر اب بھی شاذ ونادر بعض ایسے مناظر موجود ہین کہ جو باوجود باد خزان کے پے درپے آنیوالے طوفان کے کسی نہ کسی طرح ابتک بچے ہوئے ہین۔ کلکتہ کا چڑیا گھر اب بھی ہمین مرحوم واجد علیشاہ اور نہ صرف واجد علیشاہ بلکہ عہد مغلیہ کے صوبہ داذون کے شوق وشغف کی یاد دلا رہا ہی جیلپور کا عجائب گھر اب بھی ہمارے دلون مین مغلیہ خاندان شاہی کے اس فیضان صحبت کی یاد تازہ کر رہا ہی جس نے والیان جیلپور مین اسکے قائم کرنے کا شوق پیدا کیا،

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۰۵

تلخیص وتبصرہ

پیڈوا یونیورسٹی اور ہندوستان

حال ہی مین اٹلی کی قدیم ترین جامعہ پیڈوا نے ۱۴ مئی سے، اپنی ساتوین صدی کی برسی منائی، اس موقع پر ہندوستان کی تمام یونیورسٹیون اور مشرقی انجمنون کو دعوت دی گئی تھی، یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اطالوی وہندوستانی یونیورسٹیان ایک دوسرے سے قریب تر ہوتی جاتی ہین، ہندوستان کے نام رقعۂ دعوت سنسکرت مین تھا، کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سراسوتوش مکرجی نے اس دعوت کی اہمیت اور اس کی بین الاقوامی خصوصیت دیکھکر اپنی یونیورسٹی کے تین فرزندون کو اپنی مادر علمی کی نمایندگی کے لئے نامزد کیا، تاکہ وہ پیڈوا کی علمی وتاریخی مجلس مین، جس مین تقریباً چالیس ملکون کی علمی مجالس کے نمایندے موجود تھے شریک ہون، یہ تین بزرگ ڈاکٹر ڈی۔ این ملک، ڈاکٹر پھنیندر ناتھ گھوش پروفیسر طبعیات اور پروفیسر سنتی کمار چٹرجی، پروفیسر السنۂ ہندیہ تھے، یہ تینون بزرگ لندن، برلن اور پیرس مین موجود تھے اور انھون نے دنیا کی اس بے نظیر مجلس مین کلکتہ یونیورسٹی اور ہندوستان کی نمایندگی کی،

اگرچہ تمام کام رسمی تھے، لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ یورپ کی ایک قدیم ترین یونیورسٹی نے دنیائے علم مین، ہندوستان کو بھی مساویانہ درجہ کے قابل سمجھا ہے، خاص رسوم جن مین خود شہنشاہ اٹلی شریک تھے ۱۵ مئی کو ادا کی گئین، نمائندون مین منتخب لوگون کو پیڈوا کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع دیا گیا تھا، ان کے لئے مختلف جماعتین بنائی گئی تھین اور ہر جماعت مین کئی کئی ملک شامل تھے،

اور ہر مقرر ان تمام ملکون کی نمایندگی کرتا تھا، (۱) ایشیا (ہندوستان وچین) (۲) لاطینی اقوام (فرانس، بلجیم، اسپین، پرتگال، رومانیہ اور جنوبی امریکہ کی ریاستین) (۳) شمالی و مشرقی یورپ کی اقوام (ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے، سیویڈن، فنلینڈ، استھونیا، لیٹویا، لیتھونیا اور ہنگری) (۴) حکومت برطانیہ کی انگریزی بولنے والی اقوام (انگلستان مع اسکاٹلینڈ، ویلس، کناڈہ، اسٹریلیا، نیوزیلینڈ اور جنوبی افریقہ) (۵) جرمنی (۶) ریاستہائے متحدہ امریکہ (۷) سلویک اقوام (روس، پولینڈ، زیکوسلاویک، یوگوسلاوک اور بلغاریہ) (۸) جامعہائے اطالیہ،

ہر مقرر کو اپنی زبان مین تقریر کرنی پڑتی تھی اور اس مجلس کی بین الاقوامی خصوصیت کے شایان شان بھی یہی تھا؛ مقررون کی ترتیب قرعہ کے ذریعہ طے کی گئی اس مین سب سے پہلے ایشیا پڑا، اور ہندوستان کو ایشیا کی نمایندگی کا فخر عطا کیا گیا، چنانچہ اولین مقرر کلکتہ یونیورسٹی کا نمائندہ تھا؛ مناسب موقع ایک اڈریس تیار کیا گیا تھا اس مین ہیڈوا کو مبارکباد دینے کے علاوہ یہ بتایا گیا تھا کہ ہندوستان کی یونیورسٹیان جہان ملک کے قدیم ذوق و شوق علم کی مظہر ہین، وہین انکا یہ بھی خیال ہے کہ موجودہ سائنس اور جدید طریقون کو بھی اپنے یہان روشناس کرکے اپنی ٹکسیلہ و نالندہ کی قدیم یونیورسٹی کی طرح پھر طالبان علم کو اپنی طرف متوجہ کرین؛ اڈریس انپشد کی مشہور دعا کے الفاظ "سہانواداتو دوۃ" کے الفاظ پر ختم ہوتا ہے؛ اس کے ساتھ اس بات کی بھی امید ظاہر کی گئی تھی کہ مشرق و مغرب کی یونیورسٹیون کے نمایندون کے اس اجتماع سے جو علم کی زیارت گاہ کے مساوی زائر ہین، دنیائے علم و حکمت مین بہت کچھ مفید نتایج پیدا ہونگے کیونکہ یہی وہ مملکت ہے جس کے حدود مقرر ہین اور حقیقی معنون مین بین الاقوامیت کی بنیاد قائم کرتی ہے؛

نمایندون کا خیال تھا کہ ہندوستانی اڈریس سنسکرت یا ہندوستانی مین ہونا چاہئے لیکن جب یونیورسٹی کا رقعہ دعوت سنسکرت مین ملا تو اس کے حق مین فیصلہ کر دیا گیا اور پروفیسر بیرسرام کلکرنی (؟) دو بانے جو فرگسن کالج پونا کے پروفیسر سنسکرت اور کلکتہ یونیورسٹی کے پالی زبان مین ایم اے ہین اور اندنون پروفیسر ڈیلا ویلی فونسن کے ساتھ بدھی فلسفہ کے مطالعہ مین مشغول ہین، اڈریس کو سنسکرت کا جامہ پہنایا؛ یہ اڈریس دیوناگری خط مین لکھا گیا اور تمام نمائندون سے پہلے پروفیسر بنرجی نے، ہندوستانی یونیورسٹیون کی طرف سے اسے پڑھا؛ لاطینی، فرانسیسی، اطالوی، انگریزی اور جرمن زبانون مین تقریرین ہوئین اور سنسکرت کی شمولیت نے ایک خاص اثر پیدا کر دیا؛

مختلف یونیورسٹیون کے نمائندون نے ہندوستان کے متعلق بہت کچھ دلچسپی کا اظہار کیا اور طلبہ تو بہت ہی باذوق گرویدہ نظر آئے، وہ ڈاکٹر ٹیگور کے بڑے مداح ہین، طلبائے یورپ کے دلون مین جگہ پانے کے لئے ٹیگور کا نام پاس پورٹ (پروانۂ راہداری) ہے؛ تمام لوگون نے اس علمی مجلس مین تین ہندوستانی پروفیسرون کی شرکت کو بڑی خوشی سے دیکھا، ڈاکٹر ملک، گھوش اور بنرجی کو پروفیسرون اور طالب علمون سے ہندوستان کی علمی بیداری اور موجودہ علمی مجالس کے کارنامون پر گفتگو کرنیکا موقع ملا؛ اکثر طلبا نے بہت کچھ سرگرمی کا اظہار کیا اور ان پروفیسرون کو ان طلبا کے لئے سینکڑون مرتبہ دیوناگری یا رومن مین ہندی حروف تہجی لکھنے پڑے؛ انکا خیر مقدم نہایت پرجوش تھا؛ ہیڈوا کے اساتذہ، طلبا اور باشندون نے جو اپنی یونیورسٹی کی قدامت کو فاخرانہ نظر سے دیکھتے ہین خوب دل کھولکر اس مین شریک ہوئے؛ یونیورسٹی کے رکٹر ڈاکٹر لوئس جو اس مجلس جشن کے سکرٹری بھی تھے اور پروفیسر بلینی (ہیڈوا کے استاد سنسکرت) مجسم اخلاق و سراپا تواضع تھے؛ پروفیسر بلینی علم ہندیات کے ماہر کامل ہین اور ہندوستانی تمدن کی تمام خوبیون کے معترف ہین؛ بعض نمایندون کو ہیڈوا یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ کا اعزاز بھی دیا گیا اور ہندوستان کے نمائندہ کی حیثیت سے ڈاکٹر پی۔ این گھوش کو یہ عزت حاصل ہوئی

ہندوستان مین ایسے لوگ بہت کم ہین، جو اس بات سے واقف ہون کہ اہل اطالیہ کے لئے ہندوستان مین کس قدر کشش ہے؛ مشہور مستشرق گوریشیو کے وقت سے جس نے گذشتہ صدی کے نصف آخر مین، رامائن کو اطالوی زبان کا جامہ پہنا کر پیش کیا ڈاکٹر ٹیسی ٹوری کے وقت تک، جنکی بے وقت موت نے ہم سے السنۂ ہند مہندیات کا بہترین ماہر چھین لیا، اٹلی مین جو یورپ کا ہندوستان ہے کتنے ہی طالبان ہند پیدا ہوئے ہین؛ جرمنی کے علاوہ جتنی جگہ اٹلی مین سنسکرت کی تعلیم ہے شاید ہی کسی دوسرے حصۂ یورپ مین ہو؛ پروفیسر بلانی (پیڈوا) پروفیسر بلانی (پیسا) پروفیسر سولی (فلاونس) ڈاکٹر ویلوری اور ڈاکٹر توسی وہ چند اہل علم ہین جو جامعہ رومہ کے سنسکرت کے ماہر ڈاکٹر کارلو فامبشی کے زیر ہدایات تعلیم پاکر علم ہندیات کے مطالعہ و تحقیقات مین مشغول ہین؛ ڈاکٹر کارلو نے جنہون نے اپنے کو ہندوستان کی ادبیات اور وہان کی سائنس کے لئے وقف کر دیا ہے، سنہ ۱۹۲۲ء مین رومن اکاڈمی کے علم الالسنہ کی اعلی ترین اعزازی ڈگری حاصل کی ہے؛ پس ہماری یونیورسٹیون اور علمی مجالس کے لئے یہ بہت آسان ہے کہ وہ اس اتحاد مذاق کی بنا پر ایطالیہ سے علمی ارتباط و اتفاق پیدا کرلین؛

یہ اس مشہور قدیم ایطالی یونیورسٹی کی وہ روداد تھی جو ماڈرن ریویو نے شائع کی ہے، ہم روداد کا ایک ایک حرف مسلمانون کے لئے درس عبرت ہے، یہ وہ یونیورسٹی ہے، جہان سب سے پہلے اسلامی فلسفہ کا خیر مقدم ہوا تھا، ابن رشد کے فلسفہ کی تعلیم کا یورپ مین یہ واحد مرکز تھا، اور ابن رشدی ہونا یہان کے اساتذہ کا فخر تھا، ان خصوصیات کو پیش نظر رکھکر ہم مذہبیان ابن رشد کیلئے آج یہ کس قدر حسرت و افسوس کا باعث ہے کہ آج اس یونیورسٹی کے شرکاء اور مدعوئین کی فہرست مین ان کا ایک فرد بھی شریک نہ تھا، اور ایشیا کے مشہور اسلامی ملکون کا کوئی نمائندہ نظر نہین آتا،

تِلْکَ الْأَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ،

قدیم تاریخ ہند کے دو مسئلے

ہندوستان کی تاریخ قدیم کے دو مسئلون مین ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے اور آجتک انکے متعلق کوئی قطعی رائے قائم نہین ہو سکی ہے،

ایک تو آریون کی آمد کے متعلق ہے کہ انھون نے شمالی مغربی حدود کو فتح کرنے کے بعد کس طرف پہلے رخ کیا، بعض کا خیال ہے کہ وہ پانچ یا سات دریاون والی زمین "جو اب پنجاب کے نام سے موسوم ہے" مین آباد ہوئے اور بعض کہتے ہین کہ نہین وہ وسط ہند مین آکر رہے؛

دوسرا مسئلہ رگ وید کے متعلق ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ مناجاتین ہندوستان مین آنے کے بعد عالم وجود مین آئین، اور بعض کا دعوی ہے کہ ہندوستان آنے کے پہلے ہی اسکا اکثر حصہ مرتب ہو چکا تھا اور آرین اسکو اپنے ساتھ لائے تھے،

لیکن اب مسٹر پرگیٹر (M. R. Pargiter) نے ان دونون مسئلون کے متعلق نئے نظریے (memoir) پیش کئے ہین؛ مسٹر پرگیٹر ایک مشہور مستشرق اور عہد پران کے مستند عالم ہین، سنہ ۱۹۱۵ء مین انھون نے پران سے یہ ثابت کیا تھا کہ رگ وید مین جس چندر نسبی خاندان کا ذکر ہے وہ پریاگ (الہ آباد) مین رہتا تھا، حالانکہ دوسرے ذرائع اسکی تردید کرتے ہین، بمبئی رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل مین اس کے متعلق ایک تردیدی مضمون بھی نکلا تھا؛

تاریخ ہند کے شائقین کے لئے اِن دونون نظریون کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہو گی

مسٹر پرگیٹر نے اپنی مفصل تاریخ ہند قدیم مین دونون عام رائون سے اختلاف کیا ہے؛ ان کا خیال ہے کہ یہ آرین جو دراصل ایل (Ailas) ہین، تقریباً ۲۵۰۰ ق م مین کوہ ہمالیہ کے وسطی راستون سے ہندوستان آئے، اور پریاگ (الہ آباد) مین متوطن ہوئے۔ یہان سے نکلکر انھون نے جنوب مغربی، مغربی اور شمالی حصونکو فتح کیا اور وہان رہ گئے؛ چنانچہ مہاراجہ یجتی کے عہد تک یہ مفتوحہ ممالک مدھیادیش (وسط ہند) آریہ ورت (آریون کا ملک) کے نام سے مشہور ہو چکے تھے،

مسٹر موصوف کی یہ بھی رائے ہے کہ ہند قدیم کے متعلق جس قدر کتابین موجود ہین ان مین سے کوئی بھی جنوب مغربی سرحد کی زمین کو قدیم ترین اہمیت دیتی ہے اور نہ اس کے تقدس کی مظہر ہین، البتہ کیلاش اور کدآر کے مقامات ایسے ہین جنکو ابتداء سے مقدس سمجھا جاتا ہے اور یہی دو جگہین ایسی ہین جو ہندوستان کی عام سرحد سے پرے ہین؛ یہ ایلون کے مقدس مولد ہین اور ہمالیہ کے کوہستانی حصہ مین واقع ہین؛ یہی وہ جگہین ہین جہان رشی اور راجہ زیارت کے، لئے آتے تھے؛ انھون نے کبھی اس خیال سے (یعنی زیارت کے خیال سے) جنوب مغربی حصہ تک کا رخ نہین کیا؛ مسٹر موصوف اپنے اس دعویٰ کے ثبوت مین چند دلائل بھی پیش کرتے ہین؛ ان کا قول ہے کہ ویدی تصانیف مین کہین بھی جنوب مغربی سمت سے آنیکا تذکرہ نہین ہے؛

دوسرے مسئلہ کے متعلق ان کا خیال ہے کہ رگ وید کے ریچاؤن (مناجاتون) کو نہ تو آریون نے تصنیف کیا اور نہ برہمنون نے؛ وہ غیر آرین رشیون اور راجاؤن کے نتائج افکار ہین؛ کسی ایک نظم کے متعلق بھی یہ نہین کہا جا سکتا کہ اس کو جنوب مغربی حصہ کے کسی شخص نے لکھا ہے؛ واقعہ یہ ہے کہ یہ نظمین منوؤن اور ان کے رشیون کی کہی ہوئی ہین؛

اس کے ماسوا ان کا تعلق تمامتر مدھیادیش (وسط ہند) سے ہے اور پنجاب سے انکو کچھ بھی لگاؤ نہین؛ اس کے بعد انھون نے ریچاؤن کو نقل کرکے یہ دکھایا ہے کہ وید، ویدین اور برہمنی مذہب سب کے سب غیر آرین اقوام کے، اثرات کے نتائج ہین؛ ان کو ایلون یا اُن کے تمدن سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق نہین؛

قوت حافظہ کی ایک حیرت انگیز مثال

بنگال علمی حیثیت سے موجودہ ہندوستان کا سب سے زیادہ مردم خیز خطہ ہے، راجہ رام موہن رائے، ڈاکٹر بوس، ہری ناتھ ڈے، ٹیگور، ڈاکٹر رائے، ڈاکٹر راش بہاری گھوش، سر آسوتوش مکرجی اور لارڈ سنہا اسی خطہ کی خاک سے پیدا ہوئے ان مین کوئی فلسفہ کا استاد ہے، کوئی ریاضیات کا، کسی کے ہاتھ مین سر رشتہ قانون ہے تو دوسرا بنگالہ سیاست کا مرد میدان، کوئی کیمیا کا ماہر ہے، کوئی طبعیات کا عالم، ایک کشور ادب کا حکمران ہے تو دوسرا اقلیم سخن کا تاجدار، الغرض اسوقت ہندوستان کا کوئی صوبہ بنگال کا حریف نہین، حال مین ہمکو اس قوم کے ایک فرد کامل ہیمنت چندر بوس کی مافوق الفطرت قوت دماغی کا علم ہوا ہے؛ جو حساب و اعداد کے بڑے بڑے مسائل کو زبانی لمحون مین حل کر دیتا ہے، وہ بلا کسی خارجی شے کی مدد کے بڑی بڑی تعدادون کو ذہن ہی مین فوراً ضرب دے لیتا ہے اس قوت حافظہ کی مثالین تاید دنیا کے معدودہ چند ہی افراد پیش کر سکین،

آج کل بابو ہیمنت چندر بوس، اپنے چند احباب کے اصرار پر لندن گئے ہوئے ہین، چنانچہ جونہی وہان کے اخبارات کو انکی آمد کا علم ہوا، انھون نے ان سے ملاقاتین کین اور انکا امتحان لینا شروع کیا، اس ضمن مین انگلستان کے مشہور اخبار ایوننگ نیوز (EVENG NEWS) کا نمائندہ

بھی ان سے ملنے گیا اور ان کی حیرت انگیز قوت حافظہ کا امتحان لیا، نامہ نگار مذکور لکھتا ہے، کہ بوس کے کمالات مین سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ساٹھ عدد کو ساٹھ عدد سے زبانی ضرب دے سکتے ہین، اخبار مذکور کے نمایندہ نے سب سے پہلے دریافت کیا کہ ،، کیا آپ (۶۲۲۴) کو (۲۷۵) سے ضرب دینگے؟ انھون نے چند سکنڈ تک غور کیا، ان کے لبون کو جنبش ہوئی اور ایک منٹ سے کم عرصہ مین نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ (۲۲۲۷۷۵۰)۔

بعد ازان نمایندہ نے اربعہ متناسبہ کا ایک سوال پیش کیا چند لمحون مین اسی متانت کے ساتھ اسکا بھی جواب مل گیا؛

نمایندہ نے دریافت کیا کہ ،، ۱۰۲۴۵۰۸۷ در ۶۹۱ کا مکعب کیا ہوگا؟

بوس نے سوال کو اس طرح سنا جیسے کوئی ان سے انکی عمر دریافت کر رہا ہے اور فوراً اس کا صحیح جواب دے دیا؛

نمایندہ نے پھر پوچھا۔ کیا آپ (۳۶۹۵۴۲۲۷) کو (۹۸۲۲۷۵) سے ضرب دیسکتے ہین؟

مسٹر بوس اس ضرب کو دماغ مین حل رہے تھے اور نمایندہ اپنے ایک رفیق سے زور زور سے باتین کر رہا تھا، اس گفتگو مین خود بوس بابو بھی چند مرتبہ شریک ہوے اور ان کی شرکت سے ذرہ برابر بھی اس بات کا پتہ نہین چلتا تھا کہ اس سے ان کے عمل حساب مین کچھ خلل واقع ہوا، اور وہ پھر نہایت اطمینان سے اپنے عمل دماغی مین مشغول ہو جاتے تھے؛ تقریباً دو منٹ مین جس مین گفتگو کا وقت شامل نہین ہے انھون نے جواب دیا ،، ۳۶۲۳۴۰۴۸۶۲۱۳۰۵ ،، نمایندہ نے متحیر ہو کر پوچھا کہ آپ کس طرح شریک گفتگو بھی ہوئے اور حساب کے اعداد بھی آپکے دماغ مین محفوظ رہے، تو انھون نے جواب دیا کہ ،، مین ہر عدد کو اسکی جگہ مین اس طرح سے دیکھتا ہون کہ گویا وہ تختہ پر میرے سامنے لکھا ہوا ہے ،،

مسٹر بوس کا قول ہے کہ ضرب مشکل ترین شئے ہے، اور تقسیم، کسور، مربع وغیرہ آسان

ہین؛ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ یہ بھی زبانی بتا سکتے ہین کونسی تاریخ کس دن پڑی تھی یا پڑیگی؛ چنانچہ ۲۱سنہ اور سنہ ۲۲ء کی تاریخون کے متعلق جواب دینے کے بعد انھون نے ذیل کے جوابات بھی دئے؛

۷ رجنوری ۱۸۳۰ء چہار شنبہ کو،

۴ رجنوری ۱۹۱۷ء پنجشنبہ کو،

ہر شخص پرانی جنتریون سے ان جوابات کی تصدیق کر سکتا ہے،

ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان کو وہ تمام اعداد یاد ہین جو انھون نے ۱۲ ماہ کے اندر ضرب دئے ہین؛ گذشتہ چار سال سے بوس ایک فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہین؛ ان کے احباب کا بیان ہے کہ وہ ہفتہ مین صرف پانچ مرتبہ کھاتے ہین، ان کی غذا تمامتر نباتی ہے اور اس کو وہ خود پکاتے ہین، اس سے اگرچہ وہ جسماً کمزور ہو گئے ہین، لیکن انکا دماغ صاف رہتا ہے؛ (مدلینڈ)

معتزلہ کی تفسیر

اسلام کے فرقہ معتزلہ نے عقل ونقل اور فلسفہ شریعت کی تطبیق مین جو بڑی بڑی تفسیرین لکھی تھین، افسوس وہ سب دنیا سے ناپید ہین۔ ان مین بہترین تفسیر ابو مسلم اصفہانی کی تھی، یہ کتاب بھی اب ناپید ہے، مگر اسکا جتنا حصہ اہل سنت کے نزدیک قابل قبول تھا امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین اس کو درج کر دیا تھا، مولوی سعید صاحب انصاری نے دار المصنفین کی طرف سے نہایت محنت وجانفشانی کے ساتھ تفسیر کبیر سے، تفسیر اصفہانی کے وہ تمام حصے یکجا کئے ہین، اور وہ خوبصورت ٹائپ مین چھپکر شایع ہوئے ہین، مصر، لندن اور فرانس مین اس کتاب نے وقعت حاصل کی ہے، قیمت عنا ر منیجر

اخبار علمیہ

بوہیمیا مین کیوبلیر گلاس فیکٹری کے نام سے شیشہ سازی کا ایک کارخانہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے قائم ہے۔ اس کے موجودہ منیجر ڈاکٹر ہورک نے ایک عجیب قسم کا شیشہ بنایا ہے، جو نہایت سخت ومضبوط ہے۔ اب تک شیشہ اپنی نزاکت کے لئے ضرب المثل رہا ہے، مگر یہ شیشہ اسقدر مضبوط ہے، کہ اسکا گلاس بناکر اس کے اندر لکڑی بھردی گئی، اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے چولھے پر رکھدیا گیا، آگ اس قدر تیز تھی کہ گلاس کے اندر لکڑی جلکر کوئلہ ہوگئی، لیکن گلاس جون کا تون محفوظ رہا۔ اسی گلاس کو زمین کے پختہ فرش پر زور سے پٹکا گیا، پھر بھی کوئی گزند نہین پہنچا۔ (انڈین ریویو)

برطانیہ مین عورتون کی اتنی کثیر تعداد نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی ہے، کہ حکام کو سخت اندیشہ پیدا ہوگیا ہے، کہ اتنی لیڈی ڈاکٹرون کے لئے گنجائش کیونکر نکل سکیگی، ۱۹۱۶ء سے اب تک دس ہزار طالب علم داخل ہوچکے ہین، اور ان مین تعداد غالب عورتون ہی کی ہے، اس وقت اندازہ کیا گیا ہے، کہ تقریباً دو ہزار خواتین خانگی مطب (پرائوٹ پرکٹس) کررہی ہین ۱۹۱۷ء مین مرد طلبہ جو ڈاکٹری کے مدرسون مین داخل ہوئے، انکی تعداد کل ۲۲۸۲ تھی، برخلاف اس کے عورتون کی تعداد ۴۷۶۶ تھی! (انڈین ریویو)

مغربی ساحل افریقہ کے علاقہ مین عرصہ سے ایک خطرناک مرض، مرض النوم کے نام سے پھیل رہا تھا، شروع شروع مریض کو کاہلی واضمحلال محسوس ہوتا، اور نیند زیادہ آنے لگتی، یہان تک کہ کچھ روز کے بعد سوتے سوتے ختم ہوجاتا۔ حال مین ڈاکٹر ڈیل نے رائل انسٹیٹیوشن (لندن)

کے سامنے ایک لکچر مین بیان کیا، کہ جرمنی کے مشہور کیمیاوی کارخانہ موسوم بہ بے آر نے اسکا ایک قطعی [illegible] علاج دریافت کرلیا ہے۔ (انڈین ریویو)

جاپان سے خبر آئی ہے، کہ وہان کے لوگون نے ایک درخت کی اندرونی چھال سے چمڑا بنانا شروع کیا ہے۔ یہ چرم نباتاتی چرم حیوانی سے مضبوطی مین کم نہین۔ (ماڈرن ریویو)

کاغذ جس قدر مضبوط ہوتا ہے، اور جتنا وزن سنبھال سکتا ہے، اسکا ایک حیرت انگیز تجربہ حال مین یہ کیا گیا، کہ ایک لکڑی کے ڈھانچہ کو کاغذ کے ایک بڑے تختہ کے ذریعہ سے چھت مین لٹکا دیا گیا، اور اس لکڑی پر پانچ نوجوان عورتین سوار ہوگئین، جنکا مجموعی وزن مع لکڑی کے وزن کے ۷۹۰ پونڈ (۹½ من سے زائد) تھا۔ کاغذ کا تختہ یہ سارا وزن سنبھال لے گیا۔ (ایضاً)

جس طرح ہمارے ملک مین دیمک اپنی بانبی بناتی ہے، بعض ملکون مین چیونٹیون کے بھی گھر اسی طرح کے ہوتے ہین، یعنی مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودے۔ لیکن جنوبی افریقہ خصوصاً روڈیشیا کے علاقہ مین یہ بانبیان اس قدر عظیم الشان ہوتی ہین، کہ انھین دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ بعض بانبیون کی بلندی ۱۵ فٹ کی ہوتی ہے، اور بعض کی اس سے بھی زاید، جس مٹی کی یہ بنی ہوتی ہین، وہ نہایت سخت اور مثل اینٹ کے پختہ ہوتی ہے۔ طول وعرض بھی انکا بہت زائد ہوتا ہے، اور کئی سال کی مدت مین تیار ہوتی ہین۔ (ایضاً)

امریکی صوبہ الینوئس کے شہر پیوریا مین ایک آہنگر نے ایک بڑی گھڑی (کلاک

اسی ایجاد کی ہے جس کے سارے پرزے، کمانیان وغیرہ ہر چیز لکڑی کی ہے۔ اور مزید صنعت یہ کی ہے کہ یہ گھڑی علاوہ وقت بتانے کے تاریخ، ماہ، موسم، وغیرہ تقویمی اطلاعات بھی دیتی رہتی ہے۔ یہ گھڑی تین برس کی مدت مین تیار ہوئی ہے۔ (ماڈرن ریویو)

ہوائی جہازون کی ایک کمپنی اسوقت قائم ہورہی ہے، جو انگلستان، ہندوستان، واسٹریلیا کے درمیان سلسلۂ آمد و رفت رکھیگی۔ ہندوستان وانگلستان کے درمیان سردست ہفتہ مین دو بار جہازونکی روانگی ہوگی، اور ہندوستان واسٹریلیا کے درمیان ہفتہ مین ایک بار۔ اور آیندہ اس تعداد مین حسب ضرورت اضافہ ہوتا رہیگا۔ لندن سے بمبئی تک موجودہ بحری راستہ ڈاک کے جہاز کا، ۱۶ دن کا ہے، ہوائی راستہ اسکا ایک ثلث یعنی ½۵ دن کا رہجائیگا، انگلستان اور اسٹریلیا کا موجودہ راستہ چار اور پانچ ہفتہ کے درمیان کا ہے، ہوائی راستہ ½۱۱ دن کا رہجائیگا۔ (ایضاً)

آج سے تیس سال پیشتر لارڈ کلان نے حساب لگا کر بتایا تھا، کہ کرۂ ارض کو وجود مین آئے ہوئے دو کرور سال سے زائد نہین ہوئے۔ علماء ارضیات وحیوانیات اگرچہ اس مدت کو بہت ناکافی بتاتے رہے، تاہم طبیعین کے نزدیک یہ تخمینہ کم وبیش صحیح تھا، اور اب تک وہ اسی کو مانتے رہے۔ لیکن حال مین ریڈیم وہلیم کے طریق کار کی بابت جو تجربات ہوئے ہین، ان سے ظاہر ہوتا ہے، کہ کرۂ ارض کی عمر اس تخمینہ سے یقیناً بدرجہا زائد ہے۔ چنانچہ اب قدیم ترین احجار کی عمر کا اندازہ ½۹۲ کرور سال کا ہے۔ اور یہ مسلم ہے، کہ زمین کا قشر، چٹانون سے کہین زائد قدیم ہے۔ اسکی عمر کا تخمینہ معلومات موجودہ کے لحاظ سے ۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰ (چھ ارب) سال سے کم کا نہین ہوتا۔ (ایضاً)

گوشت خوری سے انسان کے قد و قامت مین اضافہ ہوتا ہے۔ اسکا تجربہ یون ہوا، کہ جاپانی سپاہیون کی غذا مین جب سے گوشت داخل کردیا گیا ہے، اسوقت سے ان کے طول قامت کے اوسط مین یہ قدر دو انچ کے اضافہ ہوگیا ہے۔ (ماڈرن ریویو)

لندن کے طبی حلقون مین یہ واقعہ بہت حیرت کی نظرون سے دیکھا جارہا ہے، کہ ایک روز ایک فوجی کپتان اندر ہے نامی ایک موٹر سائیکل پر جارہے تھے، کہ سائکل ایک درخت سے ٹکراگئی۔ تصادم بہت سخت تھا، لیکن کپتان صاحب سائکل سے نیچے نہین گرے، بلکہ اپنی جگہ پر بیہوش بیٹھے ہوے پائے گئے۔ اس وقت سے اب تک تین مہینہ ہوچکے ہین، اور یہ ساری مدت بیہوشی مین گذری ہے، کبھی کبھی صرف اتنا ہوش آجاتا ہے، کہ سوالات کے جواب مین، ہان، نہین، کہہ دیتے ہین۔ باقی درحقیقت ہروقت بیہوش رہتے ہین۔ رقیق غذا خارجی ذرائع سے پہنچائی جاتی رہتی ہے۔ اتنی طویل مدت کی بیہوشی اطبا کے لئے حیرت انگیز ہے۔ (ڈیلی میل)

لندن کے ایک اسپتال مین ایک نوزدہ ۱۹ سالہ مریض جارج ولسن نامی کا آپریشن (عمل جراحی) ہو رہا تھا، کہ اسکی حرکت قلب رُک گئی، مصنوعی ذرائع سے تنفس جاری کیا گیا۔ اور قلب کی مالش کی گئی، یہان تک کہ پچیس منٹ کے بعد قلب مین از سر نو حرکت پیدا ہوگئی۔ لیکن بالآخر مریض زندہ نہ رہ سکا، اور ۴۸ گھنٹہ کے بعد وفات پاگیا۔

لپٹن کا کارخانۂ چائے، جسکی شہرت تمام دنیا مین ہے، پچھلے دو برسون مین اسے تعداد ذیل ... منافع حاصل رہے۔

	منافع تجارتی	منافع خالص
سنہ ۱۹۲۰-۲۱	۲۸۰۱۸۴ پونڈ	۲۱۸۱۵۵ پونڈ
سنہ ۱۹۲۱-۲۲	۵۵۵۱۳۸ ״	۲۱۱۷۱۰ ״

(ڈیلی میل)

یورپ مین جہان اور ہر قسم کے مقابلہ ہوتے رہتے ہین، اور ہر قسم کی "بازیون" مین جیتنے والے کو انعام ملتے رہتے ہین، وہان اسکا بھی مقابلہ شروع ہوا ہے، کہ دنیا مین داڑھی سب سے بڑی کسکی ہے۔ اس امتحان مین سب سے اول برائٹن کا ایک باشندہ مسمی جان ٹمیر آیا ہے، جسکا سن ۴۰ سال کا ہے۔ اسکی داڑھی کا طول پورے نو فٹ کا ہے، یہ شخص پچاس برس سے داڑھی بڑھانے کی فکر مین لگا ہوا تھا۔ اور اسکا آرزومند تھا، کہ دنیا مین سب سے بڑی اسکی داڑھی نکلے۔ دس برس ہوئے جب اسکی داڑھی چھ فٹ تک پہنچ گئی تھی، پانچ برس ہوئے جب اسکا طول آٹھ فٹ کا تھا، اسوقت پورے نو فٹ کا ہے۔ ٹمیر کی دلی تمنا یہ ہے کہ اسکی عمر اتنی وفا کرے، کہ داڑھی کا طول پورے بارہ فٹ کا ہوجاے

(ڈیلی ایکسپرس)

یورپ کی جدت خودکشی کے بھی نئے نئے طریقہ ایجاد کر رہی ہے، خصوصاً فرانس کے دار الحکومت پیرس اور اس کے اطراف مین۔ کچھ روز ہوئے ایک خوشحال زمیندار صاحب نے جو بدہضمی کی مسلسل شکایت سے تنگ آگئے تھے، ایک دوکان پر جاکر ایک آتشگیر مادہ خرید کیا، اور اسے اپنے سر پر رگڑکر اوپر سے وہ ریشمی ہیٹ پہن لی، جو چالیس سال پیشتر شادی کے موقع پر استعمال کی تھی۔ اس کے بعد ہیٹ کے اوپر زور سے ایک ہتوڑی ماری، بہت زور کا دھماکا ہوا، اور پڑوسیون نے آکر دیکھا، تو سر کے پرخچے اڑ چکے تھے۔ ایک نوعمر خاتون اپنے منگیتر کی بیوفائی سے اسقدر دلگرفتہ ہوئین، کہ ڈیڑھ سو میل کا سفر کرکے اسٹراسبرگ تک آئین، اور یہان کے کلیسا کے بلند مینار سے

نیچے کود کر جان دی۔ اسی طرح کے اور بیسیون طریقہ خودکشی کے برابر ایجاد ہوتے رہتے ہین۔

انگلستان و ویلز مین تعلیم پر آج سے آٹھ دس برس پیشتر جتنا خرچ ہوتا تھا، اور اب جس قدر خرچ ہوتا ہے، اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا۔ البتہ یہ واضح رہے، کہ ان اعداد مین زرعی، حربی، بحری، اور بعض حرفتی مدارس کے مصارف شامل نہین۔ ان کے ملانے سے یقیناً ان اعداد مین بہت کافی اضافہ ہوجائیگا:-

سنہ ۱۹۱۳-۱۴ -	۲۲،۳۰۰،۱۸۶ پونڈ
سنہ ۱۹۱۸-۱۹ -	۴۳،۲۵۱،۱۹۱ ״
سنہ ۱۹۲۱-۲۲	۶۵،۹۳۸،۲۴۳ ״

سوئزرلینڈ مین کل ۲۲ ریاستین شامل ہین، جنکو کنٹنیس کہتے ہین، ان مین سے چار پرانے کینٹنسون مین جمہوری فرقہ کے ممبر زمانۂ قدیم سے اپنے ارکان اور حکام کا انتخاب کھلے میدان مین کھڑے ہوکر کرتے ہین، چنانچہ یہ رسم ابتک چلی آتی ہے، سال مین ایکدفعہ تمام ممبر جاکر سال رواں کے لئے ارکان منتخب کر لیتے ہین، یہ انتخاب ہر سال کے اپریل کے آخری سنیچر یا مئی کے پہلے سنیچر مین کیا کرتے ہین۔

ہندوستان کے حلقۂ طب مین یہ خبر خوشی کے ساتھ سنی جائیگی کہ بنگال و بہار مین ایک بوٹی ہے جسکا لاطینی نام وتھکس پیڈونکولارس رکھا گیا ہے، یہ بوٹی ملیریا بخار اور کالا آزار کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے اس کے استعمال سے خون ملیریا کے جراثیم سے بہت جلد صاف ہوجاتا ہے، اس نئی دوا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ کونین کی طرح تلخ نہین ہے، امید ہے کہ یہ دوا بہت جلد کونین کی جگہ لے لیگی۔

ادبیات

فیضِ زندان

ہوتی ہر روز بارشِ عرفان مرے لئے — گویا بہشتِ عشق ہے زندان مری لئے

ناکامیٔ طلب مین کہ ہے جانِ عاشقی — گنجینۂ مراد ہے پنہان مری لئے

علم رضائے یار سے جور وجفائے یار — مشکل ہے سب کے واسطے آسان مری لئے

رہتی ہر روز اک ستم تازہ کی تلاش — بیچین ہے وہ فتنۂ دوران مری لئے

میرا یہ حسن ظن کہ تغافل ہے التفات — دل کی یہ ضد کہ درد ہے درمان مری لئے

فرمانِ قتل ہو جو نہین اذن پائبوس — آخر ہو کچھ تو اے شہِ خوبان مری لئے

نزدیک ہے کہ شوق سُنے وعدۂ وصال — لب ہائے نازِ یار ہین لرزان مری لئے

عشق بتان وذوق سماع وہوائے مے — زاہد کے حق مین کفر ہے ایمان مری لئے

حسرت کوئی مدد نکرے کیا مضائقہ

کافی ہین غوث اعظمؒ جیلان مرے لئے

غزل

جناب عزیز لکھنوی

پہلے تو خلوت نگہ کا مجھکو محرم کر دیا — رفتہ رفتہ رازدارِ ہر دو عالم کر دیا

پاس آداب وفا نے مجھکو محرم کر دیا — سانس لینا بھی تری محفل مین اب کم کر دیا

منزل ہستی کو سمجھے تھے بہت دور و دراز — روک کر سانسو نکو ہم نے فاصلہ کم کر دیا

قدرت اشک ندامت کی ہر کوئی انتہا — سرد اک آنسو نے بازارِ جہنم کر دیا

غم کشونکی فرد ازل مین جب رقم ہونیلگی — مجکو اُس فہرست مین سب سے مقدم کر دیا

دورِ گردون سے کہو ساقی کی چشم مست نے — اب مجھے رونق فزائے مسند جم کر دیا

ذرہ ذرہ خاک کا میری کہیگا داستان — آپ سمجھے ختم مین نے قصۂ غم کر دیا

عقدۂ لاحل تھی مجھ سے سخت جانکی جانکنی — تم نے آکر اور بھی یہ راز مبہم کر دیا

دل کے ہر ذرہ کو مین نے تنگنائے خاک مین — مایۂ افزائش اسباب عالم کر دیا

عشق کی صورتگری پر جھک گئین پیشانیان — خاک کے پتلے کو جسوقت اُس نے آدم کر دیا

آپ کہتے تھے بنائینگے خدائی ہم الگ — لیجئے دل نے وہ سامان بھی فراہم کر دیا

غم کی یہ مقدار خلقت الحذا کافی نہین — مین نے اب ہر موئے تن کو تشنۂ غم کر دیا

جب حریم ناز سے آئی صدائے دور باش — اضطراب دل نے بڑھکر مجکو محرم کر دیا

دیکھکر گور غریبان دم مرا گھٹنے لگا — الحذا کیا اس بھری محفل کا عالم کر دیا

دل نہوتا جب بھی ترا عشق ہوتا روح کو — اس گرہ نے اور بھی رشتہ کو محکم کر دیا

دل کے اجزا مین نہین ملتا کوئی جزو نشاط — اس صحیفے سے کسی نے اک ورق کم کر دیا

خاکدانِ دہر کی بنیاد ہی کیا تھی عزیز

میری ہستی نے فقط عالم کو عالم کر دیا

اوراق پارینہ

مجمع گنج

اتفاق سے مجھے اپنے وطن (دیسنہ بہار) کے کتبخانہ کی ردی کتابون مین مجمع گنج کے نام سے ایک چھوٹی سی اردو کتاب ملگئی جس سے آج ناظرین کو روشناس کرانا ہے، اس کتاب کا نام جیسا کہ ابھی کہا گیا مجمع گنج ہے، اس نام کے نیچے حسب ذیل عبارت لکھی ہے،

عقل روشن کرنے والی تعلیمون کا

اور

دانائی سکھانے والی تلقینون کا

اس مین

اکثر ملکون کی بستی اور شہر اور آدمیون کے احوال کا بیان ہے

ہندوستانی لڑکون کے لئے

انگریزی سے زبان اردو مین ترجمہ کیا گیا

۱۸۵۳ء مین یہ کتاب کمپنی کے عہد مین کلکتہ مین، "کلکتہ اسکول بکس سوسائیٹی پریس" مین چھپی ہے، یہ کتاب کمپنی کے قائم کردہ ابتدائی اسکولون مین پڑھائی جاتی تھی اور اسکول کے طلبہ کو انعام مین دی جاتی تھی، چنانچہ یہ نسخہ بھی ہمارے وطن مین اسی ذریعہ سے آیا، ۱۸۵۵ء مین یعنی غدر سے دو سال پہلے ہمارے یہان کے سب سے پہلے طالب العلم جو انگریزی اسکول مین داخل ہوئے،

(حاجی وزیر الدین صاحب مرحوم) تھے ان کو گیا اسکول کے مشرقی صیغہ کی طرف سے انعام مین ملی تھی، اور اس نسخہ کے سر صفحہ پر پرانی انگریزی مین قائم مقام ہیڈ ماسٹر کے قلم سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۲۱۷ صفحات مین ہے اور اس مین ۴۸ مضامین اور عنوانات ہین جن مین چھوٹی چھوٹی تاریخی، جغرافی، اور طبعی باتین بیان کی گئی ہین، زبان عموماً صاف ہے مگر کہین کہین، انگریزون کی زبان کا نمونہ موجود ہے، مثلاً "دینے نہین سکتا"، مضامین پر ایک نظر ڈالنے سے تین باتین صاف معلوم ہوتی ہین،

۱۔ مقصود یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ کو جدید معلومات سے روشناس کیا جائے، اس لئے جو باتین اس وقت نئی معلوم ہوتی تھین انکا ذکر ہے،

۲۔ چونکہ ہندوستان مین اس وقت تک مسلمان طاقتور عنصر تھے، اس لئے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانون اور عیسائی بادشاہون کے درمیان تعلقات جنگ و صلح بہت پرانے ہین، جنگ صلیبی کا ایک باب ہے، فتح اندلس کا ذکر ہے، سلطان روم کا بیان ہے،

۳۔ اس وقت تک انگریز زیادہ عقلمند یا متکبر نہین ہوئے تھے اس لئے پہلے اپنی وا اپنے ملک اور اپنے بر اعظم یورپ کی جہالت کا ذکر کر کے پھر اپنی عقلمندی او دانشوری اور ترقی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ انگلستان کے گذشتہ عہد جہالت پر بھی ایک باب ہے۔

اس کتاب کا سب سے زیادہ دلچسپ حصہ ہم کو وہ معلوم ہوتا ہے جہان اس وقت کے ہندوستان کی کیفیت لکھی ہے، مثلاً ہندوستان کے ملکون کے نام حسب ذیل لکھے ہین:

ہندوستان کی سرحدون مین جتنے ملک اور شہر ہین انکے نام

ہند کے دکھن مین جتنی بستیان اور شہر ہین ان کا بیان

اوڑیسہ، تلنگ، دروار، میسور، حیدر آباد، تراون کوٹ، حیدر آباد، مملکت پیشوا

یا ٹیس مرہٹہ پونہ، ناگپور سے سب ملک ۱۸۱۹ء ۱۸۵۳ء میں کمپنی کے دخل مین آے،

ہند کے اتر کو جو بستیان اور آبادیان ہین ان کا بیان،

بنگالہ، بھدیا، بہار، بنارس، بوندیل کھنڈ، کچھیل کھنڈ، متھیلا یا ترہت، خوشل، اودھ متھرا، ہریانہ، میان دوآب، روہیل کھنڈ، جے پور، بیکانیر، ریاست سیندھیا، ریاست ہلکر، پنجاب، ملتان، سندھ گجرات، سوائے ان کے اور بھی ملک ہین،

آج کل کے "ڈرمنڈے" انگریز یہ سنکے حیرت کرینگے، کہ اس کتاب مین اہل یورپ کا یہ نقشہ دیا ہے، "گورا رنگ اور بڑی داڑھی" اور کولمبس کے امریکہ کے اصلی باشندون کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے "سب کے سب ننگھنے، اور ڈرمنڈے تھے"

اہل ہند کے لئے اس کتاب کا سب سے زیادہ عبرت ناک باب وہ ہے جہان ہندوستان کی پیداوارون اور تجارت کی چیزون کا ذکر کیا ہے، اور اسکی دولتمندی کو دکھایا ہے، یہ اس وقت کا قدیم ہندوستان ہے جب وہ بہت کچھ برباد ہو چکا تھا،

ہند کی سوداگری کے بیان مین

ہند مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین دوسرے ملک مین لیجا کے بیچنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور ہند مین دولتمند ہونیکا بڑا وسیلہ سوداگری ہے جو چیزین آدمی کو ضرور ہین ان کی بہتایت سے پیدا ہونے کے سبب ہند کے رہنے والون کو غیر ملک سے کوئی چیز لانے کی احتیاج کم ہوتی ہے بلکہ ملک سے بہت چیزین جو اور ملکون کے رہنے والون کو ضرور ہوتی ہین خواہ کھانے کی چیز ہو، جیسا دہان چاول گیہون خواہ کسی صنعت کے لئے ہو جیسا ریشم روئی دوسرے ملک مین لیجاتے ہین، اور اسی سوداگری کے وسیلے سے بہت دولت دوسرے ملکون سے اس ملک مین آتی ہے

اس کے بعد انگریزون کے عدل و انصاف اور گذشتہ بادشاہون کے مظالم کا ذکر ہے،

اگلے بادشاہون کے وقت مین انھون کے ظلم سے لوگون کے مال اور ملک مین امن چین نہ تھا اور جس ملک مین امن چین نہو اور معاملہ مقدمے مین حق انصاف نہو بلکہ آسامی فریادی مین سے ایک کی طرفداری ہو تو کون آدمی اپنا روپیہ اور اسباب کے لئے اس ملک مین جائیگا اسی سبب سے اور ملک کے سوداگر اس ملک مین کمتر آتے تھے اور یہان کے رہنے والے یورپ کی اچھی اچھی حکمت اور کاریگری سے بے نصیب تھے،

انگریزون کے وقت مین ہندوستان کی سوداگری خوب چمک گئی اور بہت فائدہ مند ہوئی اور اسی سوداگری سے بہتیرے غریب دولتمند ہوئے اور اکثر دولتمند بہت روپے والے ہوئے، سچ ہے انصاف کے درخت مین یہی پھل ہوتا ہے، اور امن و امان عدل سے ہوتا ہے اور خلائق اور رعیت خواہ نزدیک کے ہون خواہ دور کے سب خوشی سے گذران کرتے ہین،

اس عبارت سے معلوم ہوگا کہ انگریزی اسکولونکی تعلیم مین یورپ کی فوقیت اور بڑائی اور ایشیا کی پستی اور برائی کی تبلیغ (پروپگنڈا) کا کام شروع ہو چکا تھا، یہ کس قدر جھوٹ ہے کہ انگریزون کے آنے سے پہلے غیر ملک کے سوداگر یہان نہین آتے تھے، انگریزون سے ہزارون برس پہلے سے یہان کی سوداگری فروغ پر تھی، اور مسلمانون کے عہد مین ایران، ترکستان، روم، مصر، عرب، عراق، جزائر ہند اور چین سے برابر کاروان اور جہاز چلے آتے تھے، اور سندھ سے لیکر گجرات تک کے تمام سواحل بندرون سے آباد تھے، جہان ہر وقت جہاز آتے اور جاتے رہتے تھے، ہان یہ سچ ہے کہ یورپ کے تاجر براہ راست یہان نہین آتے تھے،

کیونکہ خشکی کے راستہ پر مسلمان سوداگرون کا قبضہ تھا اور تری کا راستہ اہل یورپ کو معلوم نہ تھا
اور جب معلوم ہوگیا تو ظالم بادشاہون ہی کے عہد مین یورپ کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان
تانتا بندھ گیا، اور رفتہ رفتہ ہندوستان کی تمام تجارت پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ہندوستان کی چھ پیداوارون کی کیفیت لکھی ہے، یعنی نیل، روئی، افیون
ململ اور کپڑے، ریشم شورہ اس باب کی تلخیص سننے کے لائق ہے،

۱- نیل

نیس برس سے نیل کی کھیتی بہت ہوتی ہے اور نیل تیار کرنے کے کارخانے بھی انگریزون
کے عمل مین یہان سے بنے ہین، کپڑا رنگنے کے لئے نیل بڑا کام آتا ہے اس ملک مین
اسی ہزار من کے قریب ایک برس مین نیل پیدا ہوتا ہے اگر ایک من نیل کی قیمت
ایک سو پچاس روپئے ہون تو ایک کا محاصل ایک کروڑ بیس لاکھ روپئے ہونگے،
یہان سے بہت نیل انگریز کے ملک مین جاتا ہے اور وہان سے اور اور ملکون مین جاتا ہے

۲- روئی

آگے بنگالے مین روئی بہت پیدا ہوتی تھی لیکن اب دوآبے[1] مین اس کی کھیتی بہت ہوتی
ہے ... بہت روئی چین کے ملک مین جاتی ہے لیکن تین چار برس سے انگریزون
کی ولایت مین بہت جاتی ہے اور وہان سے اس روئی سے کپڑے بنے جاتے
ہین- اور بہتیرے لوگ اسی وسیلے سے روئی کما کھاتے ہین،

اس سے معلوم ہوا کہ کپڑا بننے کا کاروبار انگلستان مین ۱۸۲۰ء سے شروع ہوا اس لئے
اس سے پہلے وہان ہندوستان سے خام روئی نہین جاتی تھی، بلکہ کپڑے بنکر جاتے تھے، اور

[1] معارف: یعنی گنگا جمنا کے بیچ کا ملک الہ آباد تک،

اب اس روئی کے جانے سے اور کپڑا بننے سے وہان بہتیرے لوگ ... روئی کما کھانے لگے،

۳- افیون

صوبے بہار اور بنارس مین بہت افیون پیدا ہوتی ہے، اور کمپنی کے سوا کوئی آدمی پوست
کا کھیت کرنے اور افیون مول لینے نہین سکتا ہے[1] مگر کمپنی کے حکم سے ... جب کلکتہ
مین افیون آتی ہے سوداگر سب مول لیکے چین اور ملائی بھیجتے ہین ...

اب چوتھی پیداوار کا حال سنئے، اور دیدۂ عبرت سے اشک حسرت بہائیے،

۴- ململ اور کپڑے

ہند کے ملکون مین ہر برس ململ یہات سے تیار ہوتا ہے خصوصاً ڈھاکے کی ململ
اور گنگ کے اتر کا خاصہ اور لکھی پور کے دکھن پورب کا بافتہ اور میدنی پور اور اڑیسہ
کا صحن اور مرہٹہ ملک کا اطلاع (شاید اطلس ہو) اور پربھوم کا گلبرا (یعنی گاڑھا
اور کھدر) بہت ہی خوب ہوتے ہین،

چونکہ امریکہ ملک مین اکثر آدمی کھیت کرتے ہین وہان سوتی یا ریشمی کپڑا کم ہوتا ہے
اس لئے اس ملک کے سوداگر بہت کپڑا کلکتے سے مول لیجاتے ہین اور کپڑا انھیکے وہان
سے ڈال لاتے ہین، لیکن تھوڑے دنون سے یورپ اور امریکہ کے لوگ کپڑا تیار کرنے
مین بڑے مشغول ہین،

۵- ریشم

رامپور بھوئے کے کارخانے مین اور کمرکھالی مین اور مالدہ اور قاسم بازار مین اور
دوسری جگہون مین ریشم تیار ہوتا ہے،

[1] معارف: یہ تھا انگریزون کا عدل و انصاف،

(۱) شورہ

شورے سے باروت بنتی ہے کمپنی کے باروت خانے مین بہت خرچ ہوتا ہے اور برطین کی ولایت (انگلستان) مین بھی بھیجا جاتا ہے،

ہند کی انھین چھ چیزون سے سوداگری کرتے ہین، (کون! انگریز!) اور ایک ملک سے دوسرے ملک مین لیجا کے بہت سے فائدے حاصل کرتے ہین،"

اس کتاب کا ایک اور باب ہم ہندوستانیون کے پڑھنے کے لائق ہے،

خاص ملک ہندوستان مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین اور نباتات کی قسم سے جو ہند مین کثرت سے ہوتی ہین اور انگلینڈ مین نہین انکا بیان،

اس عنوان کے تحت مین پانچ چیزین گنائی ہین، گنا، تنباکو، روئی، نیل، اور سن،

پہلے گنا جس سے چینی اور قند یا مصری اور گڑ بنتا ہے، انگلینڈ مین گنا ہوتا نہین اس لئے جسقدر چینی وہان خرچ ہوتی ہے اکثر ہند غربی یعنی پچھان سے لیجاتے ہین اس ملک کی چینی بھی انگلینڈ مین لیجا سکتے اور وہان کے لئے کفایت بھی کرسکتی ہے لیکن یہان کے لوگون کو چینی صاف کرنے مین سلیقہ کم ہے پچھان کی چینی انگلینڈ مین لیجانے سے جسقدر فائدہ ہوگا یورپ کی چینی سے اس قدر نہین،

دوسرا تنباکو، انگلینڈ مین تنباکو نہین پیدا ہوتا ہے اگلے زمانہ مین یہان کے لوگ لمبی لمبی تنباکو کیا چیز ہے اور کس طرح کھیت کرتے ہین اس سے واقف نہ تھے، امریکہ ملنے کے بعد پرتگیز لوگ وہان سے جلد یہان لائے، امریکہ ملنے کے آگے کسی ملک مین تنباکو نہ تھا،

تیسری روئی، ہند مین روئی بہتات سے پیدا ہوتی ہے اور انگلینڈ کی

سرحد مین اصلا نہین ہوتی ہے، اس واسطے بہت روئی یہان سے وہان لیجاتے ہین،

چوتھا نیل، انگلینڈ مین نیل اصلا پیدا نہین ہوتا ہے لیکن امریکہ ملک مین اس کا کھیت ہوتا ہے جب ہندوستان مین نیل کم تھا تب امریکہ سے انگلینڈ مین لیجاتے تھے، لیکن چونکہ ان دنون ہندوستان مین نیل بہت اور اچھا ہوتا ہے اس واسطے امریکہ ملک مین نیل کا کاروبار اٹھ گیا اور اسکی آمدنی موقوف ہوئی،

پانچوان سن، انگلینڈ مین سن نہین ہوتا ہے اس لئے ہر سال یورپ کے تر بہت سن انگلینڈ مین لیجاتے ہین سن بھی ہندوستان کی سوداگری کی چیزون مین سے ایک چیز ہے،

کتاب کا ایک باب اسکندریہ کے مشہور کتبخانہ کے جلائے جانے کے متعلق ہے، اور جسکا ملزم مسلمانوں کو ٹھیرایا ہے، چونکہ اس وقت اہل ہند کی تعلیم کی اسکیم کلرکون کی جماعت پیدا کرنا نہین تھا، اس لئے اس کتاب کے مصنف نے ۱۸۲۵ء مین اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہندوستانیون کو چاہئے کہ یورپ کے علوم وفنون کو اپنی مادری زبان مین منتقل کرین،

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

سید سلیمان

مطبوعات جدیدہ

تفسیر سورۂ والتین، سورۂ والتین مین مسئلہ خیر و شر اور جزائے اعمال جس موثر اور مدلل طریقہ سے ادا ہوا ہے وہ ہر انسان کے غور و فکر کے لائق ہے، الہلال مین مولنٰا ظہر الدین صاحب شیر کوٹی اور مولنٰا ابو الکلام صاحب آزاد کے قلم سے اس سورہ کی تفسیرین شایع ہوئی تھین، کتبخانہ محمد شریف عبد الغنی نے ان دونون تفسیرونکا مجموعہ شائع کیا ہے اور آخر مین تکمیل فائدہ کی غرض سے جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کی اردو تفسیر بھی ملحق کردی ہے، یہ مجموعہ ہر سلمان کے پڑھنے کے لائق ہے، تقطیع چھوٹی، صفحات ۱۰، قیمت ۸ر پتہ: کتبخانہ محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب، کشمیری دروازہ لاہور

انتخاب زرین، جناب سید راس مسعود صاحب ناظم تعلیمات حیدر آباد کی ذات سے قوم کو بڑی بڑی توقعات قائم ہین، آج پہلا موقع ہے کہ ان توقعات کی پہلی قسط قوم کے سامنے آئی ہے، انتخاب زرین، اردو شعرا، کا درحقیقت ایک مختصر سا تذکرہ ہے، جس مین بہ ترتیب زمانہ ولی گجراتی سے لیکر موجودہ زمانہ تک کے شعراء کا کسیقدر حال لکھکر کم سے کم انکی ایک غزل یا نظم پوری نقل کی گئی ہے، شعرائے حال کے سوانح بھی جو کچھ لکھے گئے ہین انکی اہمیت کا اندازہ اس عہد کے بعد لوگون کو ہوگا، شعرائے قدیم کے سوانح بھی گو مختصر لیکن جادی لکھے گئے ہین، تذکرہ کی زبان بھی قابل داد ہے، انتخاب کا عام مروجہ طریقہ تو یہ ہے کہ غزل کی غزل اگر اچھی ہے تو پوری غزل ورنہ ایک ایک شعر دو دو شعر مختلف غزلون سے لے لیتے ہین، سید صاحب نے اپنے مذاق کی بنا پر اس کو زیادہ پسند کیا ہے کہ ہر شاعر کا جو کلام منتخب کیا جائے وہ کامل ہو، اس لئے انھون نے ہر شاعر کے مختصر سوانح کے بعد اس کی کامل ایک غزل جو ان کو پسند آئی ہے منتخب کرلی ہے، انتخاب کا معاملہ

ایسا نازک ہے کہ اختلاف ذوق کی بنا پر ایک کا انتخاب دوسرے کے لئے بمشکل پسندیدہ ہوتا ہے، اور یہ فطرت کی معذوری ہے، کل ۱۶۲ شعرانے اس انتخاب مین جگہ پائی ہے، آخر مین دو فہرستین شامل ہین، ایک شعرا کی ہے اور دوسری کلام کی، حروف ہجا، کی ترتیب سے تمام غزلون کے مطلعون کے سر الفاظ کے لحاظ سے فہرست بنادی گئی ہے، جس سے بآسانی ہر غزل ملسکتی ہے، چھوٹی موزون تقطیع، جلد خوبصورت، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ضخامت ۲۹۴ قیمت

ازہار العرب جامعہ، ملیہ اسلامیہ کے علمی کارنامون کی پہلی قسط آج ہمارے سامنے ہے، یہ آسان عربی نظمونکا ایک مجموعہ ہے جو کہ جامعہ کے مبتدی عربی طلبہ کے لئے، مولنٰا محمد سورتی صاحب استاذ ادبیات عربی جامعہ ملیہ نے ترتیب دیا ہے، اور جامعہ کے مطبعۂ ملیہ نے اسکو خوبصورت ٹائپ مین شایع کیا ہے، اشعار کے انتخاب مین آسانی کے علاوہ اسکا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ان کے مضامین اخلاقی، ناصحانہ اور مذہبی ہون، امید ہے کہ قوم کے ارباب نظر اور اہل تعلیم جامعہ کے اس کام کو بنظر تحسین سے دیکھینگے، ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جامعہ کی طرف سے آئندہ مفید تصنیفات و تراجم کا ایک مستقل سلسلہ قائم کرنے کے لئے بارآور کوششین کی جارہی ہین، پیش نظر مجموعہ امید ہے کہ عام عربی مدارس مین بھی رواج پائیگا، ضخامت ۸۰ صفحات قیمت ۸ر پتہ: شعبۂ تصنیف و تالیف جامعۂ ملیہ علی گڈھ،

اتحاد اسلام، اس عنوان سے مسلم اوٹ لک لندن مین ایک ترک اہل قلم نے جس نے اپنا نام نہین ظاہر کیا ہے، بلکہ صرف ایک "اناطولی مسلمان" لکھا ہے، سلسلۂ مضمون شایع کرایا ہے، جس مین نہایت تدبر اور کامل معلومات کے ساتھ مسئلۂ اتحاد اسلام، ٹرکی اور ہندوستان، مسئلۂ انتظام حج اور ٹرکی، حجاز اور ٹرکی، انگلستان کا رویہ مسئلۂ حج، کے ساتھ بہ غیر ترکی مین ہندوستان اور مسئلۂ حج اسکا ہندوستانی پر اثر، ٹرکی اور مصر، ٹرکی اور ایران، اور انگریزی مداخلت وغیرہ

اہم مسئلہ کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے، متعدد وجوہ کی بنا پر ہم اس راز کی پردہ دری کرتے ہین کہ یہ مضمون مشہور ترک مصنف **خلیل خالد بے** مصنف ہلال وصلیب وغیرہ کے قلم سے نکلا ہے، موصوف جنگ بلقان کے پس وپیش زمانہ مین ہندوستان مین سفیر رہ چکے ہین، اور ان کے یہ تمام معلومات ان کے ذاتی تجربہ اور واقفیت پر مبنی ہین، ہماری کونسلون کے ممبرون کو اور خصوصاً جو سرکاری جج کمیٹی کے ممبر ہون ان کو خصوصیت کے ساتھ یہ رسالہ پڑھنا چاہئے، جامعہ ملیہ کے شعبۂ تالیف و تصنیف نے اسی انگریزی مضمون کا یہ اردو ترجمہ اس نام سے شایع کیا ہے، قیمت ۴؍ پتہ: بدرالدین حسین، جامعہ ملیہ علی گڈھ،

خزینۃ المیراث، اردو مین علم فرائض پر متعدد کتابین شائع ہو چکی ہین، یہ کتاب بھی اسی علم مین ہے، اور مولوی فتح الدین صاحب خوشابی اس کے مؤلف ہین، اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس مین عملی طریق سے علم فرائض کی تعلیم کی گئی ہے، مسائل کی ہر ممکن صورت کو فرض کرکے اس کے جوابات کے عمل بتائے گئے ہین، شروع مین اصطلاحات کی تصریح اور ہر حصہ دار شرعی کی مختلف حالتون کی تفصیل کی گئی ہے، کتاب مفید ہے، قیمت عہ؍ پتہ محمد اسمعیل صاحب کشمیری دروازہ لاہور۔

حیات کامل، مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی اڈیٹر الامان نے حیات کامل کے نام سے مرحوم مصطفی کامل پاشا، مصر کے قومی فرقہ کے بانی و رہبر کے حالات زندگی ترتیب دئے ہین، اس عہد مین جب مسلمان قومین تجدید ترقی کیلئے بجان و دل کوشان ہین، اس مصری رہبر کی زندگی سبق آموز ہوگی، مولانا نے نہایت تفصیل سے مصر کے سیاسی حالات اور کامل مرحوم کے کارنامے لکھے ہین، اسی ضمن مین مسئلۂ مشرقیہ کی تشریح بھی آگئی، بہتر ہوتا اگر مولانا اپنے عربی ماخذ و نکا بھی دیباچہ مین تذکرہ فرما دیتے، لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۹۲، قیمت عہ پتہ: دفتر الامان گلی قاسم جان دہلی،

مجلد دہم	ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۲ء	عدد پنجم

مضامین